عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/جنوری ۲۰۰۸ء

زیر سرپرستی: مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم

بانی: ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

مجلس مشاورت: حاجی شیر حسن صاحب، مفتی آفتاب عالم، مولانا محمد امین دوست، بشیر احمد طارق، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری

مدیر مسئول: ثاقب علی خان

مجلسِ ادارت: ڈاکٹر محمد طارق، محمد الطاف حسین، حافظ عماد الحق، ظہور الٰہی فاروقی

RegNo.P476

جلد:ششم

شمارہ: 5

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015،یونیورسٹی کیمپس،پشاور۔

ای میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

نماز (چوتھی قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (الِ عمران:۱۹۱)

ترجمہ: جو خدا کو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر لحہ یاد کرتے ہیں۔

راتوں کو جب غافل دنیا نیند کے خمار میں ہوتی، وہ بستروں سے اٹھ کر خدا کے سامنے سربسجود اور راز ونیاز میں مصروف ہوتے تھے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّطَمَعًا. (سجدہ: ۱۶)

ترجمہ: جن کے پہلو (رات کو) خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ وہ خوف اور امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

وہ جن کا یہ حال تھا کہ: وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ ○ (مرسلات:۴۸)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے آگے جھکو تو نہیں جھکتے۔

اب اُن کی یہ صورت ہوگئی کہ:

تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَاناً (فتح: ۲۹)

ترجمہ: تم ان کو دیکھو گے کہ رکوع میں جھکے ہوئے اور سجدہ میں پڑے ہوئے خدا کے فضل اور خوشنودی کی تلاش کرتے ہیں۔

وہ جن کے دلوں کی یہ کیفیت تھی کہ:

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ اشْمَازَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ (زمر: ۲۵)

ترجمہ: اور جب تنہا خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مکدر ہو جاتے ہیں۔

آفتابِ نبوت کے پرتو نے ان مکدر آئینوں میں خشیت الٰہی کا جوہر پیدا کر دیا،

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (انفال:۲ ، حج:۲۵)

ترجمہ: وہ لوگ کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

یہ خود قرآنِ پاک کی شہادتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے عمل اور تعلیم نے عرب کی روحانی کائنات میں کتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ تمام لوگ جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے، خواہ کھیتی کرتے ہوں یا تجارت یا محنت مزدوری، مگر ان میں سے کوئی چیز ان کو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ یہ لوگ (صحابہؓ) خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن جب خدا کا کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو یہ شغل و عمل ان کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں کرتا تھا بلکہ وہ اس کو پوری طرح ادا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری باب التجارۃ فی البر مرسلاً)

حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ بازار میں تھے، نماز کی تکبیر ہوئی دیکھا کہ صحابہؓ نے فوراً دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے (فتح الباری صفحہ ۲۵۳ جلد ۴ بحوالہ عبد الرزاق)

صحابہؓ تمام تر راتیں خدا کی یاد میں جاگ جاگ کر بسر کرتے تھے یہاں تک کہ مکہ معظّمہ کی غیر مطمئن راتوں میں بھی عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ خدا نے گواہی دی۔

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ ؕ (مزمل: ۲۰)

ترجمہ: بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور ایک تہائی رات تک کھڑا رہتا ہے اور تیرے ساتھ کی ایک جماعت بھی اُٹھ کر نماز پڑھتی ہے۔

اس زمانہ میں صحابہؓ کو راتوں کے سوا خدا کو یاد کرنے کا موقع کہاں ملتا تھا۔ جلوۂ دیدار کے مشتاق دن بھر کے انتظار کے بعد رات کو کہیں مخفی گوشہ میں جمع ہوتے تھے، ذوق و شوق سے اپنی پیشانی خدا کے سامنے زمین پر رکھ دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے اس والہانہ اندازِ عبادت کو دیکھتے پھرتے تھے۔ قرآنِ پاک نے اس نظارہ کی کیفیت اپنے الفاظ میں اس طرح ادا کی ہے۔

وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ (شعراء: ۲۱۷ تا ۲۱۹)

ترجمہ: اور اس غالب رحم والے پر بھروسہ کر جو رات کو جب تو نماز کے لئے اٹھتا ہے اور سجدہ میں

پڑے رہنے والوں کے درمیان تیرا آنا جانا دیکھتا ہے۔

مدینہ منورہ میں آ کر سب سے پہلا فقرہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا:

یآ اَیھَاالنَّاس اطعموا الطعام و افشوا السلام و صلّوا والناس نیام　　(ترمذی)

ترجمہ: اے لوگو! غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو پھیلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں۔

بعض صحابہ نے اس پر اس شدت سے عمل کیا کہ انہوں نے راتوں کا سونا چھوڑ دیا۔ آخر آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کو اعتدال اور میانہ روی کا حکم دینا پڑا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ بن مظفون رات بھر نماز میں مصروف رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ”عثمان! تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔“　　(ابوداؤد باب قصد الصلوٰۃ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ صحابہؓ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔　　(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ نے رات کے تین حصے کر دئے تھے، ایک میں خود نماز پڑھتے تھے، دوسرے میں ان کی بیوی اور تیسرے میں ان کا غلام اور باری باری سے ایک دوسرے کو جگاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو ان کو جا کر نصیحت فرمائی۔ حضرت ابو درداءؓ صحابی کا بھی یہی حال تھا کہ رات رات بھر نماز میں گزار دیتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ ان کے اسلامی بھائی تھے۔ ایک شب وہ ان کے ہاں جا کر مہمان ہوئے، جب رات کو ابو درداءؓ عبادت کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت سلمان فارسیؓ نے منع کیا۔ پچھلے پہر جب سناٹا چھایا ہوا تھا حضرت سلمان فارسیؓ نے ان کو جگایا کہ اب نماز کا وقت ہے۔　　(صحیح بخاری کتاب الصّوم)

کوئی صحابیؓ ایسا نہ تھا جس نے اسلام لانے کے بعد پھر ایک وقت کی نماز بھی عمداً قضا کی ہو یہاں تک کہ لڑائی اور خطرہ کی حالت میں بھی وہ اس فرض سے غافل نہیں رہتے تھے۔ ایک صحابیؓ کو آنحضرت ﷺ نے ایک پُر خطر کام کے لئے کہیں بھیجا تھا جب وہ منزل مقصود کے قریب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ ان کو خوف تھا کہ اگر کہیں ٹھہر کر عصر پڑھنے کا اہتمام کیا جائے گا تو وقت نکل جائے گا اور اگر عصر میں تاخیر کی جائے تو حکم الٰہی کی تعمیل میں دیر ہو جائے گی۔ اس کا مشکل کا حل انہوں نے اس طرح کیا کہ وہ اشاروں میں نماز پڑھتے تھے اور چلتے جاتے تھے۔　　(ابوداؤد)

سخت سے سخت مجبوری کی حالت میں بھی نماز ان سے ترک نہیں ہوتی تھی چنانچہ بیماری کی حالت میں وہ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد حاضر ہوتے تھے۔ (نسائی)

پھر وہ جس خضوع وخشوع، محبوبیت اور استغراق کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔اس کا نظارہ بڑا پُر اثر ہوتا تھا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تھی تو ان پر اس شدت سے رقت طاری ہوتی تھی کہ کافر عورتوں اور بچوں تک پر بھی اس کا اثر ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمرؓ نماز میں اس زور سے روتے تھے کہ ان کے رونے کی آواز پچھلی صف تک جاتی تھی۔ (صحیح بخاری)

حضرت تمیم داریؓ ایک رات تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت میں صبح کر دی، بار بار اس کو دہراتے تھے اور مزے لیتے تھے۔ (اسد الغابہ)

ع شب شود صبح و ہماں محو تماشا باشم

ترجمہ: رات گزر کر صبح ہوگئی اور ہم تماشے میں ہی محو رہے۔

حضرت انسؓ قیام اور سجدہ میں اتنی دیر لگاتے تھے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو کئی کئی سورتیں پڑھ ڈالتے تھے اور اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ستون کھڑا ہے اور جب سجدہ میں جاتے تو اتنی دیر تک سجدہ کرتے تھے کہ حرمِ محترم کے کبوتر ایک سطح جامد سمجھ کر ان کی پیٹھ پر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ (ابن ماجہ واسد الغابہ وغیرہ)

ایک رات میدان جنگ میں ایک پہاڑی پر دو صحابہؓ پہرہ دینے کے لئے متعین ہوتے ہیں۔ایک صاحب سو جاتے ہیں اور دوسرے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔دشمن ان کو تاک کر تیر مارتا ہے جو بدن میں ترازو ہو جاتا ہے۔کپڑے خون سے تر بتر ہو جاتے ہیں مگر نماز کا استغراق اسی طرح قائم رہتا ہے۔نماز تمام کر کے اپنے ساتھی کو بیدار کرتے ہیں اور واقعہ سناتے ہیں۔ساتھی کہتے ہیں کہ تم نے اس وقت مجھے کیوں نہ جگایا؟ جواب ملتا ہے، میں نے ایک پیاری سورت شروع کی تھی، پسند نہ آیا کہ اس کو ختم کئے بغیر نماز توڑ دوں۔

اس سے بھی زیادہ پر اثر منظر یہ ہے کہ دشمن کی فوجیں مقابل کھڑی ہیں، تیروں کا مینہ برس رہا ہے،

نیزوں اور تلواروں کی بجلیاں ہر طرف کوندرہی ہیں، سر و گردن، دست و بازو کٹ کٹ کر گر رہے ہیں کہ دفعۃً نماز کا وقت آجاتا ہے۔ فوراً جنگ کی صفیں نماز کی صفیں بن جاتی ہیں اور ایک اللہ اکبر کی آواز کے ساتھ موت وحیات سے بے پروا گردنیں جھکنے اور اٹھنے لگتی ہیں۔

نور کا تڑکا ہے، اسلام کے دائرہ کا مرکز فاروقِ اعظمؓ امام نماز ہے، پیچھے صحابہؓ قائم ہیں۔ دفعۃً ایک شقی خنجر بکف آگے بڑھتا ہے اور خلیفہ پر حملہ آور ہو کر شکم مبارک کو چاک چاک کر دیتا ہے۔ آپ غش کھا کر گر پڑتے ہیں، خون کا فوارہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر نماز کی صفیں اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نماز پڑھانے کو آگے بڑھتے ہیں، پہلے صبح کا دوگانہ ادا ہو لیتا ہے پھر خلیفہ وقت کو اٹھایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمرؓ کو جس صبح کی نماز میں زخم لگا اس کے بعد کی صبح کو لوگوں نے ان کو نماز کے لئے جگایا تو بولے "ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں" چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے خون جاری تھا آپ نے نماز پڑھی۔ (موطا امام مالکؒ)

حضرت علی مرتضیٰؓ صبح کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوتے ہیں یا صبح کی نماز میں ہوتے ہیں (الریان النظرہ) کہ ابن ملجم کی تلوار ان کو گھائل کرتی ہے اور کچھ دیر بعد وہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔

"امام مظلوم حسینؓ بن علیؓ کربلا کے میدان میں رونق افروز ہوتے ہیں، عزیزوں اور دوستوں کی لاشیں میدانِ جنگ میں نظر کے سامنے پڑی ہوئی ہیں۔ ہزاروں اشقیاء آپ کو نرغہ میں لئے ہوتے ہیں۔ اتنے میں ظہر کا وقت آجاتا ہے۔ آپ دشمنوں سے اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اتنا موقع دیں کہ آپؓ ظہر کی نماز ادا کر سکیں" (تاریخِ طبری کبیر صفحہ ۳۴۷)

نماز میں خضوع وخشوع کا حکم ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس کے یہ نمونے پیش کئے ہیں کہ عزیز سے عزیز چیز بھی اگر ان کے روحانی ذوق وشوق میں خلل انداز ہوئی تو انہوں نے اس کو اس ذوق پر نثار کر دیا۔ حضرت ابو طلحہؓ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک خوش نما چڑیا نے سامنے آکر چہچہانا شروع کیا۔ حضرت ابو طلحہؓ دیر تک ادھر اُدھر دیکھتے رہے پھر جب نماز کا خیال آیا تو رکعت یاد نہ رہی، دل میں کہا اس باغ نے یہ فتنہ برپا کیا، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ باغ راہِ خدا میں

نظر ہے۔ اسی طرح ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز میں مشغول تھے، باغ اُس وقت نہایت سرسبز و شاداب اور پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ پھلوں کی طرف نظر اٹھ گئی تو نماز یاد نہ رہی، جب اس کا خیال آیا تو دل میں نادم ہوئے کہ دنیا کی مال و دولت نے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ باغ جس نے مجھے فتنہ میں مبتلا کر دیا راہِ خدا میں دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اس کو بیت المال کی طرف سے بیچا تو ۵۰ ہزار میں فروخت ہوا۔

(موطا امام مالکؒ) (سیرت النبی صفحہ ۱۹۲ تا ۲۰۰، جلد پنجم)

نماز کی کیف انگیزیاں ہی ایسے مافوق العادت واقعات کا سبب بنیں کہ نماز قربتِ حق کے اس مقام پر پہنچا دیتی ہے جہاں پرتوِ جمال کے سوا کسی کا دھیان اور کیفِ حضوری کے سوا کوئی خیال گوارا نہیں ہوتا۔ نمازی ذاتِ حق ہی سے سرور پاتا ہے اور اسی کا اشتغال اسے شاداں و فرحاں رکھتا ہے۔ نمازی کو اس عالَم میں نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب نصیب ہوتا ہے۔ امام ربانی مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

"و نیز بدانند کہ رتبۂ نماز در دنیا در رنگ رتبۂ رویت است در آخرت، نہایت قرب در دنیا در نماز است و نہایت قرب در آخرت در حین رویت است و بدانند کہ سائر عبادات وسائل انداز برائے نماز و نماز از مقاصد است۔" (مکتوباتِ امام ربانی: دفتر اول مکتوب ۱۳۷)

ترجمہ: اور نیز جان لیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں رویت کے رتبہ کی طرح ہے، دنیا میں نہایت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب رویت کے وقت اور جان لیں کہ باقی تمام عبادات نماز کے لئے وسیلہ ہیں اور نماز اصلی مقصد ہے۔

حقیقتِ نماز کے ایک رمز آشنا اور کیفیتِ صلوٰۃ سے سرشار عارف (مولانا رومیؒ) اپنی نماز کا کیا نقشہ کھینچتے ہیں:

چو نمازِ شام ہر کس　بنهد چراغ وخوانے　　　منم و خیال یارے، غم و نوحه و فغانے

چو وضو ز اشك سازم　بود آتشیں نمازم　　　در مسجدم بسوزدچو دراو رسد اذانے

عجبا نمازِ مستاں تو بگو در ست هست آں | که نداند او زمانے نه شناسد او مکانے
عجباً دو رکعت ست ایں عجباً چهارم است ایں | عجباً چه سوره خواندم، چو نداشتم زمانے
درِ حق چگو نه کو بم؟که نه دست ماندنے دل | دل دوست چو تو بردی، بده اے خدا امانے
بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم | که تمام شد رکوعے که امام شد فلانے

ترجمہ: جیسے کہ مغرب کی نماز کے وقت ہر آدمی چراغ رکھتا ہے اور کھانے کا خوان رکھتا ہے، میں ہوتا ہوں اور دوست کا خیال ہوتا ہے، غم ہوتا ہے، نوحہ ہوتا ہے اور فریاد ہوتی ہے (پچھلی رات کا رونا دھونا اور دعائیں)۔

جب میں آنسوؤں سے وضو کرتا ہوں تو میری نماز آتشین ہو جاتی ہے اور جب میری اذان کی آواز مسجد کو پہنچتی ہے تو مسجد کا دروازہ جل اُٹھتا ہے۔

مستوں کی عجیب نماز ہے جس کے بارے میں تو کہہ کہ یہ درست ہے کہ نہ اس کو وقت کی خبر ہوتی ہے نہ جگہ کی خبر ہوتی ہے۔

عجیب بات ہے کہ دو رکعت ہوتی ہے چار رکعت ہوتی ہے، کونسی سورت پڑھی ہے کچھ خبر نہیں ہوتی۔

حق کے دروازے کو کیسے پیٹوں کہ نہ ہاتھ رہا نہ دل رہا۔ جب تو دوست کا دل ہی لے گیا تو اے خدا تعالیٰ! امان نصیب فرما۔

خدا کی قسم جب نماز پڑھتا ہوں تو اس بات کی خبر نہیں رہتی کہ کب رکوع پورا ہوا اور کون امام ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور خواصِ امتؒ کا نماز کے ساتھ جو شغف تھا وہ محتاجِ بیان نہیں۔

اور حق تو یہ ہے کہ نماز ہی اسلامی زندگی کا وہ منبع ہے جس سے حیاتِ اسلامی پھوٹ کر نکلتا ہے۔ حیاتِ اسلامی کا دریا اسی کوزے میں بند اور ایمانی زندگی کا صحرا اسی ذرہ میں پنہاں ہے۔ توحید کے شجر کا پہلا ثمر ہی نماز ہے۔ اور اسلامی زندگی کا ہر گوشہ اسی کے پرتَو سے روشن اور اسی کے نور سے منور ہے۔

(جاری ہے)

بیان جمعہ (۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ء)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ)

خطبہ ماثورہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُ فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطَانِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌo (البقرۃ:۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بے شک وہ تمہارا صریح (کھلا) دشمن ہے۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo (اٰل عمران:۱۳۹)

ترجمہ: اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

محترم بھائیو اور دوستو! یہ ایک آیت میں نے پڑھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ دوسری آیت میں نے پڑھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم غم نہ کرو، تم گھبراؤ نہیں، تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔

دنیا میں لوگوں کے منظّم ہونے کی مختلف بنیادیں ہوتی ہیں۔ انسان ایسا جاندار ہے جو گروہ بنا کر اکٹھا رہنا چاہتا ہے۔ گروہوں کے اکٹھا ہونے کی بنیادیں ہوا کرتی ہیں۔ یہ بنیادیں، رنگ و نسل ہوتے ہیں، رنگ پر جمع ہو گئے کالے سفید، نسل پر جمع ہو گئے یورپی، ایشیائی فلانے وغیرہ۔ زبان ہو گئی، اردو بولنے والے، پشتو بولنے والے، عربی بولنے والے، انگریزی بولنے والے۔ علاقوں پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ تو رنگ، زبان، نسل، علاقے، یہ بنیادیں ہوتی ہیں جس پر لوگ جمع ہو کر گروہ بناتے ہیں۔ اور ایک بنیادیں ہوتی ہیں نظریات کی۔ جس وقت کہ سوشلزم کا نظریہ آیا، اس نے انسانوں کو منظّم کر لیا، کمیونزم کے نظریے نے انسانوں کو منظّم کر لیا۔ پہلے دور میں ہٹلر نے نیشنلزم پر منظّم کر لیا یعنی جرمن قومیت پرستی پر۔ اس کے مقابلے میں اتحادیوں نے یعنی برطانیہ، فرانس وغیرہ نے Patriotism حب الوطنی کے نظریے پر منظّم کر لیا۔ ان میں سب سے مضبوط بنیاد جو انسانوں کو گروہ بناتی ہیں وہ مذاہب ہوتے ہیں۔ جس پر انسانوں کا مقدس عقیدہ ہوتا ہے۔ وہ پاک، مقدس اور زبردست وابستگی والا عقیدہ ہوتا ہے۔ تو سب سے زیادہ انسانوں کو منظّم کرنے کی بنیادیں جو

ملتی ہیں وہ مذاہب سے ملتی ہیں۔

ہمیشہ کے لیے جب کوئی قوم کسی ایک نظریے پر زندگی گزارنا شروع کر دے تو اس نظریے کے تحت اور اس کی روشنی میں ان کے سارے نظام وجود میں آتے ہیں۔اس کے تحت ایک culture ، ایک civilization ،ایک ثقافت،ایک تہذیب وجود میں آتی ہے۔جس کے تحت ان کی عادات واطوار وجود میں آتی ہیں۔عادتیں،قدریں(values) وجود میں آتی ہیں۔یہ چیزیں ان کی نفسیات پر چھا جاتی ہیں۔اور ان کے ساتھ ان کا نفسیاتی،جذباتی تعلق ہو جاتا ہے۔کوئی مسلمان ہو، پٹھان ہو،اس کے گھر کی عورت پر کوئی ہاتھ ڈالے تو اتنا جذبات میں آتا ہے کہ اپنی جان دینے کے لیے یا کسی کی جان لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔کیونکہ وہ جس culture میں پلا ہے اس میں غیرت وحیا کی قدریں ہیں۔ان values اور عادات کے پیشِ نظر جب کوئی خاص حالات آجائیں تو ان سے مجبور ہو کر وہ ردعمل کرے گا اور ایسا جذبے میں آکر استعمال ہو گا کہ انتہائی اہم فیصلے کرلے گا اور کچھ بھی کرنے کے لئے اور مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔کیونکہ یہ اس کی تہذیب وثقافت ہے، یہ اس کی عادات واطوار ہیں اور اس کی نفسیات اور جذبات ہیں۔

ہمیشہ کے لیے جب ایک قوم دوسری قوم پر غالب آنا چاہتی ہے اس پر چھا جانا چاہتی ہے تو پہلے فوجی وعسکری قوت سے فتح کرنے کے بعد پھر اس کی تہذیب وثقافت،اس کی عادات واطوار کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔پہلے فوجی غلبہ کرتے ہیں ہتھیار واسلحے سے اور دوسرے درجے میں وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تہذیب وثقافت،ان کی عادات واطوار ختم ہو جائیں،اور جیسے ہم چاہتے ہیں ویسے یہ بھی ہو جائیں۔برطانیہ نے برصغیر کو فتح کیا اسلحے اور فوجی قوت سے کیونکہ ان کے پاس اسلحے کی برتری تھی۔اور آگے ایسے غیر معیاری لوگوں کے ہاتھوں میں اسلامی مملکت آئی ہوئی تھی جو اپنے مفاد کے تحت استعمال ہو رہے تھے،مفاد پرست تھے۔اِدھر بے اتفاقی ،مفاد پرستی اور اُدھر اسلحے کی برتری اور منظّم ہونا، وہ غالب آگئے۔غالب آنے کے بعد دوسرے مرحلے میں انھوں نے یہ کوشش کی کہ اپنے پادریوں کو لا کر بڑی سطح پر تبلیغی کام کر کے یہاں کے مذہب دین کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔تاکہ اس کے نتیجے میں یہاں کی تہذیب وثقافت اور عادات واطوار ختم ہو جائیں اور اقتدار ہمارا دائمی اور eternal ہو جائے۔جب ان کے پادری آئے اور یہاں کام کیا تو تھوڑے عرصے کے بعد ان کو اندازہ ہوا کہ نظریہ اور عقیدہ کو ایسے دلائل چاہیے ہوتے ہیں جو کہ منطق وفلسفہ کو مطمئن کر سکیں اور

جسے تاریخی حقائق کی بنیاد پر جھٹلایا نہ جاسکے۔تو ان کو اندازہ ہوا کہ ان کے پاس جو عیسائی مذہب تھا وہ فلسفہ اور منطق کے لحاظ سے کمزور تھا۔ان کے مقابلے میں ایک عامی مسلمان کھڑے ہو کر دلائل دیتا تھا اور ان کے بڑے بڑے پادریوں کو لاجواب کر دیتا تھا۔ان کا مذہب تاریخی حقائق کو بھی مطمئن نہیں کر رہا تھا۔اس کے نتیجے میں ان کو اندازہ ہوا کہ اس راستے سے ہم کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ہم چھا نہیں سکیں گے۔اس میدان کو چھوڑ کر انھوں نے آہستہ آہستہ مشنری سکول کھولے، مشنری ہسپتال کھولے اور خدمت خلق کی NGOs ادارے جو آج کل آپ کے ہاں کام کر رہے ہیں، یہ چلائے۔تاکہ برصغیر والوں کو ممنونِ احسان کر کے، صحت کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے، باقی ضروریات کے لحاظ سے، آہستہ آہستہ ان کی عادات واطوار کو، تہذیب وثقافت و تمدن کو، civilization,culture کو ختم کر دیا جائے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اسلام ایک ایسی چیز ہے ہی نہیں جس کا کوئی خاتمہ کر سکے۔صحابہؓ کہتے ہیں، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل سجدہ کیا، ہمیں حیرت ہوئی اور آپ سے پوچھا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''میں نے تین دعائیں مانگیں۔ایک دعا یہ کہ یا اللہ! میری امت پر ایسا قحط مسلط نہ ہو جس سے ان کا مکمل خاتمہ ہو جائے، یہ دعا قبول ہوگئی۔پھر میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! ان پر ایسا ظالم مسلط نہ ہو جو ان کا مکمل خاتمہ کر دے، یہ دعا بھی قبول ہوئی۔پھر میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! ان کے آپس میں اختلافات اور لڑائی جھگڑے نہ ہوں، عام طور پر آپ سنتے رہتے ہیں کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی، نہیں ایسی بات نہیں ہے، اس دعا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا۔آپ کی دعا کو اللہ پاک رد نہیں فرما رہا۔اس دعا کے کرنے سے روک دیا گیا۔اختلافات آپس کے آئیں گے۔یہ تو بفضلہ تعالیٰ ایسا دین ہے کہ کتنے خراب حالات کیوں نہ آجائیں، ہمیں اور آپ کو تسلّی ہونی چاہیے کہ ہمارا اور آپ کا مکمل خاتمہ کوئی نہیں کر سکے گا۔اہلِ اسلام کا خاتمہ کوئی نہیں کر سکے گا خواہ کتنے ہی زیادہ حالات خراب نہ ہوں سوائے اس کے کہ جو آخری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے کہ میں اس حبشی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو کہ اتنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کرے گا کہ لشکر کا ایک سرا جدہ میں ہوگا اور دوسرا اس کا بیت اللہ شریف کے پاس ہوگا اور بیت اللہ شریف کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ کر منہدم کر دے گا۔بس اب دنیا کا خاتمہ ہوگا۔اس سے پہلے کتنے خراب حالات کیوں نہ آجائیں، کتنے طاقتور بادشاہ، فرمانروا، حکومتیں کیوں نہ

آ جائیں وہ امت مسلمہ کا مکمل خاتمہ نہیں کرسکیں گے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جس وقت کہ اکابر دیوبند لڑے اور شاملی کے میدان میں انگریزوں کو شکست دی اور ان کے توپ خانہ پر قبضہ کیا مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے، حافظ ضامن صاحبؒ شہید ہوگئے۔تو ان کا فیصلہ ہوا کہ اس جنگ کی بنیاد مسلمان بنے ہیں کیونکہ ان کا جہاد کا عقیدہ ہے قرآن پاک میں۔اور قیامِ حکومت کا عقیدہ ہے ان کا۔اسلامی حکومت کا قیام ہمارے فرائض میں سے اہم فریضہ ہے۔اور اس کے لیے جدوجہد کرنا ہمارے ذمے ہے۔یہ وہ دو باتیں ہیں جو انگریزوں کی حکومت کو یہاں پکا نہیں ہونے دیتیں۔لہٰذا ان کا فیصلہ ہوا کہ ان کا تھوک کے حساب سے قتل عام کیا جائے کہ ان کا نام ونشان باقی نہ رہے اور یہ جرنیلی سڑک جو کہ طورخم سے لے کر کلکتہ تک جاتی ہے جس کو جی ٹی روڈ بھی کہتے ہیں، اس پر مسلح فوج چلائی انگریزوں نے۔جن کو یہ حکم تھا کہ جو داڑھی والا سامنے آجائے اس کو Shoot کیا جائے۔جان بچانے کے لیے مسلمانوں نے پہلی بار یہ بے غیرتی اور (دیوثی) کی کہ داڑھی کے بال ہٹائے ورنہ اس بے غیرتی کو تیار نہیں ہوتا تھا مسلمان۔پھر انھوں نے یہ کیا کہ اگر یہ علامت ہٹا رہے ہیں تو جس کا گھٹنوں سے لمبا کرتہ ہو اس کو Shoot کرو کیونکہ یہ Fundamentalists ہیں۔اتنے سخت حالات ہوئے ہیں۔ایک فوجی کا reported خط ہے۔اس نے لکھا ہوا ہے کہ ہم نے ایک باغی کو پھانسی پر لٹکایا ہوا ہے اور فارغ ہو کر کھانا کھا رہے ہیں اور اس کی جان نکل رہی ہے اتنے پیچ وتاب کھا رہا ہے کہ جس سے انگریزی کا آٹھ (8) کا ہندسہ بن رہا ہے۔اتنی سختی ہوئی لیکن تب بھی اللہ کے فضل وکرم سے آپ کا اور ہمارا خاتمہ نہیں کرسکے ہیں۔آج کے دور میں دنیائے اسلام میں عام طور پر اور پاکستان میں خاص طور پر دشمن یہاں سے دین ومذہب، یہاں کی ثقافت اور یہاں کی culture اور یہاں کی values، عادات واطوار کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔تجھے اس بات کا شعور نہیں ہے، لیکن اس کو اس بات کا پتہ ہے کہ نظریہ عام چیز نہیں ہوا کرتی اس نے مستقبل میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر دوسرے نظریے کو توڑنا ہوتا ہے۔یہاں کا گورنر گزرا ہے سر جارج روس کیپل، جس کے نام پر اسلامیہ کالج کا روس کیپل ہال ہے، اس نے سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان جو اسلامیہ کالج کا بانی ہے کو پیغام بھیجا آدھی رات کو، کہ جلدی آکر مجھ سے ملو۔آدھی رات کو بے چارہ اٹھا، کپڑے بدلے، اس کے بعد بگھی (دو گھوڑوں والی گاڑی) باندھی پھر نکل کر آیا۔ریلوے اسٹیشن کے سامنے جہاں سرکاری عمارتیں ہیں اس جگہ

عبدالقیوم خان کا گھر تھا۔روس کیپل کا گھر جہاں پی۔اے خیبرایجنسی کے دفتر ہیں وہاں تھا۔ملنے کے لیے آیا کہا کیا بات ہے۔اس (روس کیپل) نے کہا کہ وہ خیبرایجنسی میں ایک مولوی اٹھا ہے اس نے انگریزوں کے خلاف کام شروع کیا ہے۔صاحبزادہ کیونکہ اس کا بے تکلف دوست تھا اس نے کہا آدھی رات کو مجھے اٹھانے کا کیا فائدہ تھا ایک مولوی ہی تو ہے صبح میں اس کو ٹھیک کردوں گا۔تو روس کیپل نے تاریخی جملہ بولا اس کے سامنے۔اس نے کہا تم مولوی کو معمولی سمجھتے ہو، Your Muhammad was not more than a Mulla. تمھارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تو ایک ملا ہی تھا۔تو اہل کفر اس بات کو جانتے ہیں کہ نظریہ جب تک مٹ کر ختم نہیں ہوجاتا، اس نے انسانوں کو منظّم کرکے، ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرکے، دوسرے نظریے کو ضرور توڑنا ہوتا ہے، کیونکہ دنیا میں آدمی آدمی سے نہیں لڑتا۔دنیا میں نظریہ نظریے سے لڑتا ہے۔جو لوگ ان قدروں (values)، ان عادات واطوار کو، اس culture,civilization، اس ثقافت وتہذیب کو، جو لوگوں کی نفسیات میں داخل ہوئی ہوتی ہیں، ان کا خاتمہ کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو آگے سے شدید ردِعمل آتا ہے۔اور ان دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر یا ایک پاش پاش ہوجاتا ہے یا دوسرا پاش پاش ہوجاتا ہے۔آج کے بیان میں میں ایک اہم پیغام دے رہا ہوں، وہ یہ ہے۔اس مملکت کے اسلامی نظریات، اس مملکت کا اسلامی culture، اس مملکت کی اسلامی civilization، اس مملکت کی اسلامی ثقافت، اس مملکت کی اسلامی تہذیب، اس مملکت کے آدمیوں کی اسلامی عادتیں، وہ ان کی نفسیات کا حصہ ہیں، ان کے جذبات کا حصہ ہیں، اگر ان کے خاتمہ کرنے کی کوشش کروگے تو آگے سے آپ کو سخت ردعمل پیش آئے گا۔ردعمل کے بارے میں، میں آپ کو ایک کہانی سناؤں حضرت سعدی شیرازیؒ کی بتائی ہوئی۔اس نے زبردست دانشوری اور فلسفے کو بیان کیا ہوا ہے۔ایک آدمی کو ایک بلی نے بہت سخت نقصان پہنچایا ہوا تھا۔کبوتر، مرغیاں مختلف چیزیں ان کی کھائی ہوئی تھیں۔تو اس نے کہا کہ اس بلی کو میں ایسے آسانی سے نہیں ماروں گا۔اس کو ایک کمرے میں بند کرکے پہلے میں دل کو ٹھنڈا کروں گا پھر ماروں گا۔بلی کو کمرے میں بند کرکے کچھ کے دے کر لکڑی سے اور لاتیں مار کر جو اس کو ٹارچر کرنا شروع کیا۔اس نے ایک دروازہ، دوسرا دروازہ، ایک کھڑکی دوسری کھڑکی، ایک روشندان دوسرا روشندان، ہر کہیں سے راستہ پانے کی کوشش کی۔آخر اس نے جب دیکھا کہ ان کچوکوں سے، اس ٹارچر سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اس نے مارا جھپٹا اور

پکڑا اگردن سے اوراس کا خاتمہ کر کے چھوڑ دیا۔تو اس کے لیے بڑی فوجیں، بڑے اسلحے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، کیونکہ جس وقت انسان جذبات میں آکر کام کرنا چاہتے ہیں تو پھر معمولی سے معمولی چیز بھی بہت بڑے بڑے خطرناک کام کرجاتی ہے۔تو آگے پھر سعدی شیرازیؒ نے ایک عجیب دانشورانہ جملہ بولا ہے کہ "کسی چیز کو اتنا زیادہ نہ ستاؤ، اتنا زیادہ ٹارچر نہ کرو، اتنا زیادہ کارنر نہ کرو، کہ آخر وہ سب کچھ کرنے، مرنے مارنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ کبھی نہ کرنا۔اس اصول کو اپنی زندگی میں ہمیشہ کے لیے یاد رکھنا۔"

کسی کی عادات واطوار، نفسیات وجذبات، جس کے ساتھ اس کی وابستگی ہے اس کو کبھی بھی نہ چھیڑیں اور خاص طور پر اسلام کو، اس کے اصولوں کو اس کی تہذیب کو، اس کی ثقافت کو، اس کے ماننے والوں کے جذبات کو، احساسات کو، جو کہ امت مسلمہ کے اندر ہیں اس کا خاتمہ کرنے کے لیے آپ بڑھ رہے ہوں تو کیا یہ کوئی نعوذ باللہ مردہ دین ہے جس کے پاسبان نہ ہوں، خدانخواستہ یہ کوئی مردہ دین ہے جس پر Stand لینے والے نہ ہوں، جس کا ساتھ دینے والے نہ ہوں۔اس وقت دنیا کی چھ ارب آبادی میں سے دو ارب مسلمان ہیں، کسی آدمی کو آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ نہ نماز پڑھ رہا ہے نہ روزے رکھ رہا ہے، لیکن اس کی اتنی اسلام کے ساتھ وابستگی ہوگی کہ وہ جان دینے کو تیار ہو جائے گا۔جس وقت کے بوسنیا کے مسلمانوں کا یہ حال کردیا کہ عورتیں سکرٹ پہن کر سڑکوں پر پھرنے لگیں اور کلمہ تک نہیں آتا تھا ان کو، لیکن اس وقت جب ان پر حملے ہوئے ہیں اور کہا ہے عیسائی ہو جاؤ ورنہ تمھارا خاتمہ کرتے ہیں تو انھوں نے جانیں دی ہیں لیکن عیسائی نہیں ہوئے ہیں، کلمہ نہیں آتا تھا، نماز روزہ جس کا نہیں تھا اور آدھی رانیں ننگی کی ہوئی سکرٹ پہنی ہوئی عورت نے عیسائیت قبول نہیں کی ہے اور اسلام پر جان دی ہے، صرف اتنی بات کا پتہ ہے کہ میں مسلمان ہوں، تو یہ وابستگی ہے بفضلہ تعالیٰ۔امت مسلمہ کی اپنے ربّ ذوالجلال کے ساتھ وابستگی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ باکمال کیساتھ۔آج کل سیاسی لوگ مغرب کی خوشنودی کے لئے اوران کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے کے لئے امت مسلمہ کی تہذیب وثقافت اوراحساسات اور جذبات کے خلاف بیانات دے کر آگ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ان باتوں سے دشمن فائدہ اُٹھا کر جذباتی اور کم فہم لوگوں کے ذریعے کچھ بھی کروا سکتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ (پہلی قسط)

(شبیر احمد کا کاخیل صاحب دامت برکاتہٗ)

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ خَاتَمِ النَّبِیِینِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ.

اور کھاؤ پیو جب تک صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید جدا دھاری سیاہ سے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ روزہ کے ابتدائی وقت کے شروع کا معیار بتارہے ہیں اور ساتھ اس کا طریقہ بھی کہ جب صبح کی سفید دھاری اور سیاہ دھاری میں فرق واضح ہوجائے تو وہ صبح قرار پائے گی جس پر روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجائے گا۔ حدیث شریف میں اس لمحے کی مزید تفصیلات ہیں اور صبح کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ایک صبح صادق اور دوسری صبح کاذب۔

احادیث شریفہ کے مطابق صبح صادق اور صبح کاذب۔

1-عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا یمنعن احدا منکم اذان بلال او قال نداء بلال من سحورہ فانہ یؤذن او قال ینادی لیرجع قائمکم و یوقظ نائمکم و قال لیس ان

یقول ھٰکذا او ھٰکذا و صوّب یدہ و رفعھا حتی یقول ھٰکذا او فرّج بین اصبعیہ رواہ مسلم و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ اس کا مفہوم ہے کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو اس لئے اذان دیتے ہیں تا کہ آپ میں نماز پڑھنے والے لوٹیں اور جو سورہے ہوں وہ جاگیں اور فرمایا صبح اس طرح نہیں ہے، اور ہاتھ کو اوپر نیچے کردیا، اس کے بعد اشارہ کردیا کہ ایسے اور انگلیوں کو کھول دیا۔

2- حدثنا عبید بن اسماعیل عن ابی امامہ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر و القاسم بن محمد عن عائشہؓ ان بلالاً کان یؤذن بلیل فقال رسول ﷺ کلوا واشربوا حتیٰ یؤذن ابن ام مکتوم فانہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر قال القاسم و لم یکن بین اذانھما الا ان یرقیٰ ذا و ینزل ذا. رواہ بخاری . اس کا مفہوم ہے کہ بیشک بلالؓ رات میں اذان دیتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ پیو جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دے پس بیشک وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک فجر طلوع نہ ہوجائے۔ اور قاسم نے کہا ان دونوں اذانوں کے درمیان بس اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ ایک چڑھے اور دوسرا اترے۔

3- لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال و لا الفجر المستطیل و لکن الفجر المستطیر ۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ منع نہ کرے تمھیں تمہاری سحریوں سے بلالؓ کی اذان اور فجر مستطیل بلکہ فجر مستطیر (سے سحری کا وقت ختم ہوتا ہے)۔

پہلی حدیث شریف میں فجر مستطیر کی نشانی بتائی گئی کہ جیسے انگلیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح فجر مستطیر میں بھی روشنی پھیلی ہوئی ہوگی۔ دوسری حدیث شریف میں سحری کے وقت کے خاتمے کے لئے ابن ام مکتوم کی اذان کو معیار ٹھہرایا گیا۔ تیسری حدیث شریف میں صبح صادق کو فجر مستطیر فرمایا گیا۔ جس میں اس کی ایک صفت استطارت یعنی اسکی پھیلاؤ کی طرف اشارہ ہے۔

پہلی حدیث شریف میں بلالؓ کی اذان اور طولانی روشنی کے ظہور (ہاتھ کو اوپر نیچے کرنے سے مراد طولانی روشنی ہی ہوسکتی ہے) کو سحری کا وقت ختم ہونے کی علامت کی نفی کی گئی۔ دوسری حدیث شریف میں بلالؓ کی اذان کو سحری کا وقت ختم ہونے کی علامت کی نفی کی گئی اور وجہ یہ بتائی گئی کہ بلالؓ رات کے وقت میں اذان

دیتے ہیں یعنی ابھی صبح نہیں ہوئی ہوتی ہے۔ تیسری حدیث شریف میں فجر مستطیل (صبح کاذب) اور بلالؓ کی اذان کے، سحری کا وقت ختم ہونے کی علامت ہونے کی نفی کی گئی۔

فجر مستطیر اور قوس۔

مستطیر کی تعریف چونکہ پہلی حدیث شریف میں ہوچکی ہے اس لئے اسی تعریف کو اختیار کیا جائے گا۔ اس کے مطابق جب افق پر روشنی پھیل جائے۔ اب روشنی کا پھیلنا کسے کہتے ہیں۔ اس کو جاننا چاہیئے۔ افق پر روشنی پھیلنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا افق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے زیادہ ہو جیسا کہ انگلیاں کھولنے کے اشارہ سے معلوم ہوا۔ یہ کب ہوتا ہے اس کے لیے افق پر سورج کی روشنی کے ظہور کے عمل کو سمجھنا ہوگا۔ اگر صبح صادق کو سورج کی روشنی سمجھا جائے تو سورج اگر زیرِ افق ہو تو افق پر اگر اس کی روشنی پھیلے گی تو وہ کس شکل کی ہوگی؟ ظاہر ہے سورج کی روشنی ہر طرف پھیلتی ہے اس لئے یہ ایک حلقہ بناتی ہے۔ حلقہ کے انتہائی حدود ایک دائرے کی شکل میں ہوتے ہیں، افق پر اس دائرے کا ایک حصہ نظر آئے گا۔ سارے ریاضی دان جانتے ہیں کہ دائرے کا جزو قوس ہوتا ہے۔ اس لئے افق پر اس کی انتہائی حدود ایک قوس کے شکل میں نظر آنی چاہیئے۔ اس کی کوئی اور شکل بن ہی نہیں سکتی۔ افق پر کسی قوس کو بھی دیکھا جائے گا تو یہ اس کی ایک لازمی صفت ہے کہ افق پر اس کی بلندی اس کے پھیلاؤ سے کم ہوگی جیسا کہ شکل میں ظاہر ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فجر مستطیر کی روشنی ایک قوس کی شکل میں افق پر ظاہر ہوگی۔

فجر مستطیل ایک لمبوتری روشنی۔

مستطیل روشنی کم از کم مستطیر تو نہیں ہوگی۔ اس سے مختلف ہوگی۔ اس سے مختلف جو ممکن صورت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ افق پر اس کا پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی کے مقابلے میں کم ہو اور یہی علامت حدیث شریف میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کو اوپر نیچے کر کے اس کے بارے میں اشارہ فرمایا کہ اس کی بلندی افق پر پھیلاؤ سے زیادہ ہوگی۔ اب دونوں کو ملا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فجر مستطیر تو قوس کی شکل میں ہوتی ہے اور فجر مستطیل قوس کی شکل میں نہیں ہوتی ہے۔ یہ دونوں نتائج بہت اہم ہیں۔ ان کو انشاء اللہ آگے استعمال کیا جائے گا۔

صبح کاذب کی تعریف۔

لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال و لا الفجر المستطیل و لکن الفجر المستطیر میں الفجر المستطیل سے مراد صبح کاذب ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ فجر تو یہ ہے لیکن اس پر سحری کھانے سے روکا نہیں جارہا ہے۔ اور پہلی حدیث شریف میں و قال لیس ان یقول ھٰکذا او ھٰکذا و صوّب یدہ و رفعھا میں فجر مستطیل کی نشانی اس طریقے سے بتائی گئی کہ ہاتھ کو اوپر نیچے کیا گیا کہ ایسے ہوتا ہے یعنی اس کی افق سے بلندی اس کی افق پر پھیلاؤ سے زیادہ ہوگی۔ اس سے پتہ چلا کہ فجر مستطیل ہی صبح کاذب ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ فجر مستطیر جو کہ قوس کے شکل میں ہوتی ہے وہ کبھی صبح کاذب نہیں ہوسکتی۔

18درجہ زیر افق کی روشنی اور صبح کاذب۔

حدیث شریف میں درجات کا ذکر نہیں ہوتا صرف علامات ہوتی ہیں۔ درجات بعد میں ماہرین خود ان علامات کے ذریعے متعین کرتے ہیں۔ ماہرین فلکیات اس پر متفق ہیں کہ 18 درجے زیر افق پر ظاہر ہونے والی روشنی ایک قوس کی شکل میں ہوتی ہے۔ یہ سورج کی پہلی براہ راست روشنی ہوتی ہے جو افق پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی افق پر پھیلاؤ اس کی بلندی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ فجر مستطیر تو ہوسکتی ہے فجر مستطیل نہیں۔ اس لئے اس کو صبح کاذب نہیں کہا جاسکتا۔ اس بات کو چونکہ 18 درجہ زیر افق پر صبح صادق ہونے کی مخالفت کرنے والے بھی جانتے ہیں اس لئے اس کا وزن کم کرنے کے لئے کبھی کبھی پیش آنے والی یہ صورت بیان کردی کہ کوئی بڑا سیارہ یا بڑا ستارہ بھی جب افق کے قریب افق سے نیچے ہو تو اس کی وجہ سے جو روشنی بنتی ہے وہ بھی قوس کی شکل میں ہوتی ہے۔ ان کی یہ دلیل بھی ہمارے حق میں جاتی ہے کہ اتنا تو انہوں نے تسلیم کیا کہ کسی چیز کی جو براہ راست روشنی ہوتی ہے، جو ہر طرف پھیل رہی ہو، افق پر اس کا ظہور قوس کی شکل میں ہوگا البتہ سیارہ اور سورج میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اس لئے مشاہدات کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ سورج کی روشنی والی قوس اور سیارے کی قوس میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ یہ اشکال ان کو پیش آسکتا ہے جو کہ صرف کبھی کبھی مشاہدات کرنے کو کافی سمجھتے ہوں نہ کہ ان حضرات کو جو نتائج کے لئے تسلسل کے ساتھ مشاہدات کو ضروری سمجھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ کسی فقیہ نے اس کا ذکر کیا اور نہ حدیث شریف میں اس کو اہمیت دی گئی

ہے۔حدیث شریف میں صرف مستطیر روشنی اور مستطیل روشنی کا ذکر ہے۔اس کے لیئے چاہئے تو یہ تھا کہ 18 درجہ زیر افق کی روشنی کو صبح کاذب سمجھنے والے حضرات اس کو فجر مستطیل ثابت کرتے کیونکہ حدیث شریف میں جس روشنی کا سحری کے لیئے اعتبار نہ کرنے کا حکم ہے وہ فجر مستطیل ہی ہے۔اور جو روشنی فجر کے قریب ہو اور اس پر فجر کا دھوکہ ہو اور اس کا سحری کے لیئے اعتبار نہ کیا جاتا ہو تو وہ صبح کاذب ہی تو ہے۔یہ حضرات ازروئے حدیث صرف اتنا ثابت کرلیں کہ صبح کاذب فجر مستطیل نہیں ہوتا فجر مستطیر بھی صبح کاذب ہوسکتا ہے تو ہم ان کی ساری باتیں مان جائیں گے۔جدید ماہرین فن اس بات کو پایہ تحقیق تک پہنچا چکے ہیں کہ بروجی روشنی میں فجر مستطیل یعنی صبح کاذب کی تمام مطلوبہ نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

بروجی روشنی اور صبح کاذب۔

اگر 18 درجہ زیر افق کی روشنی جس کو ماہرین سورج کی پہلی براہ راست روشنی کہتے ہیں یہ صبح کاذب نہیں ہے تو پھر صبح کاذب کدھر گئی؟ کیونکہ حدیث شریف میں صبح کاذب کا ذکر ہے۔جدید غیر مسلم ماہرین صبح کاذب کو تو نہیں جانتے لیکن وہ جو بروجی روشنی کی تعریف کرتے ہیں وہ ہو بہو اس تعریف کے مطابق ہوتی ہے جو حدیث شریف میں صبح کاذب کے بتائے گئے علامات سے معلوم ہوتا ہے یعنی اس کی افق پر پھیلاؤ کا اس کی بلندی سے کم ہونا۔یہ روشنی طولانی ہوتی ہے اور بعض حالات میں 60 درجے افق سے بلندی تک جاسکتی ہے۔اس پر تاریک راتوں میں صبح کا دھوکہ ہوسکتا ہے۔یہ سورج کی روشنی ہوتی ہے لیکن براہ راست نہیں بلکہ سورج کی روشنی بین السیاراتی ذرات سے منعکس ہو کر افق پر ظاہر ہوتی ہے۔سورج کی روشنی اگر براہ راست افق پر نہ آئے بلکہ کسی چیز سے منعکس ہو کر آئے تو اس کی شکل اس چیز کے مطابق ہوگی جس سے وہ منعکس ہو کر آرہی ہے اور کوئی بھی شکل ہوسکتی ہے۔اب جو بین السیاراتی ذرات ہیں ان کا ارتکاز دائرۃ البروج کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس سے منعکس شدہ روشنی اسی دائرۃ البروج کے ساتھ ساتھ ہوگی۔اب اگر دائرۃ البروج افق کے متوازی ہو تو یہ روشنی افقی ہوگی۔ایسا قطبین پر ممکن ہے۔اگر دائرۃ البروج افق پر عموداً ہو تو یہ روشنی افق پر عموداً قائم ہوگی یعنی اس کی افق سے بلندی اس کی افق پر پھیلاؤ سے زیادہ ہوگی۔ایسا خط استوا پر ممکن ہے۔باقی عرض بلد

والے علاقوں پر اس کی کیفیت درمیانی ہوگی۔ چونکہ مدینہ منورہ کا عرض بلد تقریباً 24 درجہ عرض بلد پر ہے، اس لیے یہ عمود کے قریب ہے تو مدینہ منورہ میں اس کی شکل لمبوتری (مستطیل) ہوتی ہے لیکن افق کے ساتھ ایک زاویہ بنا رہی ہوتی ہے۔ پس صبح کے وقت دو قسم کی روشنیاں افق پر نظر آتی ہیں ایک سورج کی وہ روشنی جو براہ راست آتی ہے وہ ہمیشہ افق پر قوس کی شکل میں نظر آئے گی یعنی مستطیر ہوگی، اس کا پہلا ظہور 18 درجہ زیر افق کے اوقات پر ہوتا ہے اور دوسری وہ روشنی جو سورج کی بین السیاراتی ذرات سے منعکس ہو کر آرہی ہے یہ قوس کی شکل میں نہیں بلکہ عرض بلد کے مطابق افق کے ساتھ ایک زاویہ بناتی ہوئی لمبی، اہرام یا بھیڑیئے کی دم کی طرح روشنی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں اسی قسم کی روشنی کو ہی فجر مستطیل کہا گیا ہے اور یہی صبح کاذب ہوسکتی ہے۔ باقی رہا بعض حضرات کا یہ شبہ کہ یہ سورج کی روشنی نہیں بلکہ کوئی اور معمول کی روشنی ہے صبح کاذب نہیں تو ان کا یہ شبہ محض وہم قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ ایک تو یہ سورج ہی کی روشنی ہے مگر انعکاسی صورت میں اور دوسرا یہ کہ احادیث شریفہ میں یہ کہاں لکھا گیا ہے کہ یہ سورج کی براہ راست روشنی ہونی چاہئے۔ احادیث شریفہ

میں تو صرف فجر المستطیل اور فجر المستطیر کا ذکر ہے۔ پس فجر مستطیر 18 درجہ زیر افق کے اوقات پر ظاہر ہوتی ہے اور فجر مستطیل بروجی روشنی ہے۔ سائنسدان اس کو False dawn بھی کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیرت انگیز

۱۹۷۵ء میں مدینہ منورہ سے پشاور تک بذریعہ سڑک (By road) تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر ہوا۔ دوران سفر یہ دلچسپ تجربہ ہوا کہ سعودی عرب سے لے کر پاکستان تک ہر جگہ اردو سے کام چلایا جاسکتا ہے۔ اُس وقت مجھے اردو کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور حیرت بھی ہوئی۔

(بشیر احمد طارق صاحب، رکن مجلس مشاورت غزالی)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع ۱۶ فروری ۲۰۰۸ بروز ہفتہ ہوگا انشاء اللہ۔ بیان عشاء کی نماز کے بعد ہوگا۔

سانچ کو آنچ نہیں (چوتھی قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

واقعے کی بعد کی روداد امین صاحب نے زبانی سنائی۔ جسے ادارے نے مرتب کرلیا۔سچا بیان دینے کے بعد کیس میں کچھ اینچ پیچ تھی ہی نہیں، اس لیے ماتحت عدالت (سیشن کورٹ) نے 302b کا فیصلہ کرکے پچیس سال قید کی سزا دی۔مخالفین اس پر مطمئن نہ ہوئے۔کیس ہائی کورٹ کو لے گئے۔ہائی کورٹ نے 302b کو 302c کر کے سزا سولہ سال کردی اور ڈاکٹر امین صاحب کو ہری پور جیل منتقل کردیا گیا۔مخالفین مطمئن نہیں تھے اس لیے وہ کیس سپریم کورٹ لے گئے۔ڈاکٹر امین صاحب نے بتایا کہ سپریم کورٹ کیس کی پیروی کے لیے میرے پاس نہ کوئی آدمی تھا نہ پیسے تھے۔اس لیے سپریم کورٹ کے لیے ایک درخواست سادہ کاغذ پر لکھ کر بھیج دی اور اللہ کے آسرے پر جیل کاٹنا شروع کردیا۔ایک دن جیل میں ایک خواب دیکھا کہ میں ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھا ہوا ہوں اور ٹیلے کے قریب سے سفید پگڑیاں باندھے ہوئے لوگوں کی ایک قطار گزر رہی ہے۔وہ لوگ ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں یہ آدمی یہاں کیا کر رہا ہے۔خود ہی انہوں نے جواب دیا کہ اس کو ہمارے ساتھ شامل ہونے کے لئے بھیج دیا ہے۔صبح اٹھ کر خواب پر غور کیا تو ذہن میں یہ بات سمجھ آئی کہ ہری پور جیل میں قیدیوں کے لئے درسِ نظامی کا جو مدرسہ ہے اُس میں داخلہ لینا چاہئے۔ چنانچہ اُس میں داخلہ لیا اور چار سال مدرسہ میں زیرِ تعلیم رہا۔درسِ نظامی کے کتابوں کے علاوہ حفظ اور تجوید کا کورس بھی مکمل کرلیا اور بورڈ کے عربی فاضل وغیرہ کے امتحانات بھی پاس کرلئے۔ان سارے کاموں کی وجہ سے سزا کی مدت میں کمی ہوتی رہی۔سولہ میں سے دس سال معاف ہوگئے۔ چھ سال پورے ہونے کو تھے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ آگیا اور انہوں نے سولہ سال کی سزا والا فیصلہ برقرار رکھا۔جن میں دس سال معاف ہوگئے تھے اور چھ سال کٹ گئے تھے اس لئے فیصلہ آتے ہی رہائی ہوگئی۔ واپس آکر محکمہ صحت کی طرف گیا تا کہ پوچھوں کہ میری دس سال نوکری کے کچھ بقایاجات مل سکتے ہوں تو وصول کرلوں۔متعلقہ ڈپٹی ڈائریکٹر سے ملا۔اُس نے میری سنبھالی ہوئی فائل نکالی، سپریم کورٹ کا فیصلہ دیکھا اور کہا کہ آپ کا جرم اخلاقی جرم نہیں ہے اس لئے آپ کی نوکری بحال ہوجائے گی۔نوکری کی بحالی کے کاغذات Forward کرائے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس ہوا۔

اگلا واقعہ فارسٹ رینج آفیسر عبدالقادر صاحب کا ہے جو سلسلہ سے منسلک ہے۔انھی کی زبانی سنئے۔

ایک دفعہ ہمیں ایک سرکاری کام کے سلسلے میں ٹور پر جانے کا اتفاق ہوا۔ہمیں سرکاری گاڑی دی گئی تا کہ فیلڈ ورک میں استعمال ہو سکے۔ہمارے افسر مجاز نے ہمیں ٹور کی جگہ تک پہنچادیا اور ہماری رہائش وغیرہ کا بندوبست کر

دیا۔ ہم نے اپنا کام شروع کر دیا اور انچارج صاحب واپس چلا گیا اور گاڑی بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ تقریباً ایک مہینہ کے بعد ہمارا کام ختم ہوا۔ ہماری واپسی کے لئے گاڑی بھیج دی گئی۔ جب ہم واپس پہنچے تو ہمارے کام پر جانے سے لے کر واپسی تک گاڑی تین ہزار کلومیٹر استعمال ہوئی تھی۔ متعلقہ آفیسر نے لاگ بک آگے کر کے مجھ سے کہا کہ یہ تین ہزار کلومیٹر اپنے فیلڈ ورک میں ایڈ جسٹ کرلو۔ میں نے معذرت کی۔ اس پر آفیسر مجھ سے ناراض ہو گیا اور سزا کے طور پر مجھے پراجیکٹ میں انگریزوں کے ساتھ ڈیوٹی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس پر مجھے باقی ساتھیوں نے بہت نصیحتیں کیں کہ افسر کے ساتھ ٹکر لینا مصیبت سے خالی نہیں۔ میں نے کہا اللہ مالک ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے انگریز C.T.A کے ساتھ ڈیوٹی شروع کر دی۔ اس ڈیوٹی کے دوران بندہ کی وہی پاکستانی تنخواہ تھی۔ گھر سے باہر ہونے کی وجہ سے اور مسافری کی وجہ سے اخراجات بڑھ گئے۔ پانچ چھ مہینے کے بعد میں نے انگریز افسر سے مل کر عرض کی کہ آپ کے عملے کی بڑی بڑی تنخواہیں ہیں۔ مجھے کافی کام کرنا پڑھ رہا ہے۔ مجھے بھی حوصلہ افزائی کے لئے کچھ معاوضہ دیں۔ انگریز میرے کام سے خوش تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو اپنی جیب سے ایک لاکھ روپے بھی دے سکتا ہوں لیکن یہ رقم کچھ عرصہ میں ختم ہو جائے گی اور آپ کو پھر پیسوں کی ضرورت ہو گی۔ پھر اس نے ایک مثال دی کہ اگر ایک آدمی آپ سے مچھلی کا مطالبہ کرے کہ مجھے ایک مچھلی دے دو۔ اور آپ اس سے کہیں کہ میں آپ کو ایک مچھلی بھی دے سکتا ہوں اور آپ کو مچھلی پکڑنے کا گُر بھی سکھا سکتا ہوں۔ گُر سیکھ لیں تو آپ ساری زندگی مچھلیاں کھائیں گے۔ میرے پاس آپ کو Incentive دینے کے لئے تو کوئی مد نہیں البتہ ہمارے پاس کمپیوٹر کی تربیت کی مد میں پیسہ بہت ہے۔ میں آپ کو کمپیوٹر کا تربیتی کورس کرا دوں گا۔ اس طرح آپ ہمیشہ کے لئے پیسے کما سکیں گے۔ تو اس انگریز نے مجھے ادارے کے خرچ پر Petromen (پشاور میں کمپیوٹر کا تربیتی ادارہ) میں شام کی کلاسوں میں داخل کرا دیا۔ یہ ادارہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے الحاق شدہ ہے۔ تربیت کا دورانیہ دو سال تھا۔ دفتری اوقات کے بعد میں وہاں جاتا تھا۔ اس کورس پر ایک لاکھ بیس ہزار روپے خرچہ آیا۔ یہ پیسے انگریز نے پراجیکٹ کے فنڈ سے ادا کر دیئے۔ دو سال بعد میں نے BCS کا امتحان پاس کر لیا۔ ساتھ ساتھ میں کمپیوٹر لیبارٹری میں کام کرتا رہا اور GIS میں مہارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد میں پانچ سال تک اس پراجیکٹ میں کام کرتا رہا۔ جب پراجیکٹ ختم ہوا تو اور لوگ آ گئے۔ وہ لوگ پرائیویٹ کام کو ٹھیکہ پر لے کر مجھ سے کرواتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ سرکاری کام کا مکلّف ہوں۔ پرائیویٹ کام کے آپ پیسے لیتے ہیں تو مجھے بھی مزدوری دیا کریں۔ چونکہ وہ افسر تھا اور میں ماتحت تو انہوں نے مجھے GIS سے نکال کر اپنی پرانی سیٹ پر واپس بھیج دیا۔ لیکن چونکہ اپنے محکمے میں میرا تعارف ہو چکا ہے اس لئے اب لوگ مجھ سے کام کرواتے ہیں۔ جس سے میری گزر اوقات اچھی ہو جاتی ہے۔ (باقی صفحہ ۳۱ پر)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (اکیسویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کی تواضع: (پیدائش ۱۸۷۹ء، وفات ۱۹۵۷ء)

انتقام کے سفلی جذبات سے نفرت تھی:

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کی سیرت کا بڑا عنصر اور جوہر معافی تھا، انہوں نے اپنے قلب و ذہن کو انتقام کے سفلی جذبات سے پاک کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے حضرت مدنیؒ کو تکلیفیں پہنچائیں حضرت نے ان کے ساتھ بھی احسان، کرم، مہربانی اور عفو کا معاملہ کیا۔ ہمیشہ ان کی نفع رسانی اور خدمت کی فکر میں رہتے۔ براہِ راست بھی اگر آپ کے مخالفین کو ضرورت پڑی تو ان کی ضرورت کو پورا کیا۔ اپنے معاندین کو صرف معاف ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے لئے دعائیں بھی کرتے۔

هر که مارا یار نه بود ایزد او را یاد باد

هر که مارا رنج داده راحتش بسیار باد

هر که در راهِ منم خارے نهد از دشمنی

هر گلے کز باغ عمرش بشگفد گل زار باد

[ترجمہ: ہر وہ آدمی جس نے مجھے دوست نہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہو جائے، ہر وہ آدمی جس نے مجھے رنج دیا اسے بہت راحت ملے، ہر وہ آدمی جس نے میرے راستے میں دشمنی سے کانٹے بچھائے اس کی عمر کے باغ کا ہر پھول کھلے اور گلزار بن جائے۔]

سپرنٹنڈنٹ جیل کو معاف کر دیا:

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ رقم طراز ہیں، ۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو حضرت نینی جیل آلہ آباد میں داخل کئے گئے۔ مولانا سید محمد شاہد صاحب فاخری، مولانا عبد الحئی صاحب، عبد المجید صاحب، مولانا عبد القیوم صاحب لکھنوی، مولانا عبد الباری صاحب عباسی جیسے احباب بھی وہاں موجود تھے۔ یہ حضرات یکے بعد دیگرے رہا ہوتے رہے مگر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تقریباً ۱۹ ماہ جیل میں محبوس رہے۔

یکم نومبر ۱۹۴۳ء کو مغرب کے وقت سپرنٹنڈنٹ جیل نے حضرتؒ کے ساتھ گستاخانہ حرکت کی محض اس لئے کہ گنتی کے لئے جس قدر عجلت کی ضرورت تھی حضرتؒ اس کی تعمیل نہ کر سکے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل کی اس بیہودگی پر جیل کے تمام نظر بند برافروختہ ہوگئے اور جب خبر باہر پہنچی تو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اگر چہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو اگلے ہی روز اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور تیسرے روز حضرتؒ سے معافی مانگ لی مگر جیل سے باہر تمام ملک میں ایجی ٹیشن بڑھتا رہا، چنانچہ ۲۶ نومبر ۴۳ء کو تمام ہندوستان میں احتجاجی جلسے کئے گئے۔

بالآخر ۲۷ نومبر کو ہندوستان ٹائمز میں گورنر یوپی کا ایک ''کمیونکے'' شائع ہوا جس میں اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہوئے ذکر کیا گیا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل نے مولاناؒ کے ساتھ اظہارِ افسوس کیا ہے اور اب مولانا افسرانِ جیل سے مطمئن ہیں۔ لیکن حضرتؒ کے متوسلین کے لئے یہ کمیونکے بھی اطمینان بخش ثابت نہ ہوا۔ ان کا اصرار تھا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو برطرف کیا جائے۔

حضرتؒ کے محبین نے اُس پر دعویٰ دائر کرنے کی تیاری بھی کر لی تھی۔ لیکن حضرتؒ کا ایک پیغام پہنچا کہ ہم نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو معاف کر دیا ہے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ حضرتؒ کے اس پیغام کے بعد خدام کو اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ (سوانح شیخ الاسلام، مولانا عبدالقیوم حقانی، ص ۱۴۸)

دشمنوں کے حق میں دعائیں:

سید پور، بریلی، جالندھر اسٹیشن کے واقعات کے بعد جو انسانیت وشرافت کی ابتدائی حدود سے بھی متجاوز اور وحشت ورذالت کا نمونہ تھے، حضرت مدنیؒ کی زبان پر کبھی بھول کر بھی کلمۂ شکایت اور اظہارِ حال نہیں آیا، بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تہجد وسجود کے وقت حضرتؒ کو ان نا آشناؤں کے حق میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے سنا گیا ہے۔ ان دشنام طرازوں، بدنام کرنے والوں اور خاک اُڑانے والوں کو جب ضرورت پیش آئی ہے اور انہوں نے یا ان کے عزیزوں نے حضرتؒ سے کسی سفارشی خط کی فرمائش کی تو حضرتؒ نے بڑی بشاشت اور انشراحِ خاطر کے ساتھ پُر زور الفاظ میں ان کی فرمائش پوری کی ہے۔ اس موقع پر اگر کسی خادم یا رفیق نے ان کا تعارف کرانے اور ان کے پچھلے کارناموں کو یاد دلانے کی کوشش کی ہے تو اس کو سختی سے جھڑک دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا عمل اس اسوہ نبی ﷺ پر تھا

وَ اَعفوا عَمن ظلمنی وَ اَ صِلُ من قطعنی و اعطی من حرمنی　　(حدیث)

یعنی میرے رب نے تاکید کی ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کر دوں، جو میرا مقابلہ کرے میں اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کروں اور جو مجھے محروم رکھے اس کو عطا کر دوں۔

حاجی احمد حسین بدھر پوری کہتے ہیں لکھیم پور کھیری کا واقعہ ہے، حضرتؒ سیرت کے جلسے میں تقریر فرما رہے تھے، دورانِ تقریر انگریزوں کے ساتھ لیگ پر بھی تنقید فرمائی۔ ایک وکیل صاحب غصہ کے عالم میں کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہا کہ یہ سیرت کا جلسہ ہے اس میں سیاست سے بحث نہ کیجئے۔ حضرتؒ نے انتہائی متانت سے فرمایا بہت اچھا اور یہ کہہ کر تقریر کا رخ تبدیل کر دیا۔ وکیل صاحب جلسہ گاہ سے جا چکے تھے۔ حاضرین میں سخت اشتعال تھا لیکن حضرتؒ کے چہرے پر ناگواری کا شائبہ تک نہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی پیش نہیں آئی۔　　(سوانح حضرت مدنی، ص ۱۴۹)

قاضی ظہور الحسن سیوہاروی راوی ہیں کہ رمضان المبارک میں حضرت مدنیؒ نوافل میں تمام رات قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، دو تین شرکاء اور بھی ساتھ ہوتے تھے (یہ اس دور کی بات ہے جبکہ حضرت شیخ الہندؒ کے دیوان خانہ میں رہا کرتے تھے)۔ ایک مرتبہ میں بھی رمضان المبارک کے مہینے میں مہمان تھا۔ عصر کے بعد حضرت مدنیؒ کہیں سے تشریف لائے، شیروانی اتار کر لٹکا دی اور بیت الخلاء چلے گئے۔ میں باہر بیٹھا ہوا تھا شیروانی اندر لٹکی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان لڑکا آیا اور اس نے جیب میں سے روپیہ اور پیسے نکال لئے۔ پانچ روپے اور کچھ پیسے تھے۔ میں نے دیکھ لیا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ رونے لگا۔ حضرت مدنیؒ جب باہر آئے تو میں نے اس لڑکے کو پیش کر کے واقعہ سنایا۔ حضرت نے روپے لے کر اس میں سے دو روپے اس کو دیئے اور تسلی دلا کر رخصت کر دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ایک روپیہ موجودہ دور کے سو روپے کے مساوی ہوتا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو حضرتؒ نے فرمایا کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔

بنگال کے سفر میں جب بعض مقامات پر لوگ حضرت سے گستاخی سے پیش آئے اور اخبارات میں اس کا چرچا ہوا تو چودھری مقبول الرحمٰن خان سیوہاروی نے ان لوگوں کی ہجو میں ایک نظم لکھی جس میں ان کے لئے بددعائیں بھی تھیں۔ اس نظم میں انہوں نے مجھ سے بھی مشورہ کیا۔ غرضیکہ اس کو صاف کر کے بغرضِ اشاعت اخبار مدینہ بجنور بھیج دیا۔ لیکن جب وہ نظم یہاں پہنچی حضرتؒ دفتر ہی میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے وہ نظم

حضرتؒ کو سنائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ نظم شائع نہ کی جائے۔ لہٰذا ہم اسے اخبار میں شائع کرنے سے معذور ہیں۔ اگلے مہینے جب حضرتؒ سیوہارہ تشریف لائے تو میں نے کہا آپ نے ہماری نظم کو شائع ہونے سے کیوں روک دیا؟ فرمایا کہ ''بھائی! میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا آئندہ کرے گا میں سب کو معاف کر چکا ہوں۔ آپ میری وجہ سے کسی کو برا بھلا نہ کہیں نہ کسی کے لئے بددعا کریں۔

قدرت کا انتقام:

لا یضل ربی و لا ینسی ۔۔۔۔ دارالعلوم دیوبند کے مولانا مفتی جمیل الرحمٰنؒ راوی ہیں کہ مجمع نے جس کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا حضرتؒ پر سنگباری شروع کر دی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے حضرت مدنیؒ کو آڑ میں لے لیا اور خود کو مجمع کے سامنے پیش کر دیا اور اب مولانا پر بلا تامل پتھر برسنے لگے حتیٰ کہ ایک پتھر نازک جگہ پر آ کر لگا۔ مولانا حفظ الرحمٰنؒ فرماتے تھے کہ میں یہ تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک حفظ الرحمٰن کے بدن میں جان باقی ہے حضرت مدنیؒ پر آنچ نہیں آنے دونگا۔

اس سنگباری کے سلسلے کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جو مجھ سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بیان فرمایا کہ پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ان سے ملا اور بے اختیار رونے لگا۔ دریافت کرنے پر یہ داستان سنائی کہ وہ شرقی پنجاب کا رہنے والا ہے اور جس مجمع نے حضرت مدنیؒ پر سنگباری کی تھی بدبختی سے یہ بھی اس میں موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ اس مظاہرے کے موقع پر تشفیٔ غیظ (غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے) کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ برہنہ ہو کر حضرت مدنیؒ کے سامنے ناچنے لگا۔ واقعہ رفت گزشت لیکن ''لا یضل ربی و لا ینسی''۔

کچھ عرصہ بعد جب پنجاب میں ہولناک فسادات ہوئے تو سکھوں نے اس کے ساتھ یہ طریقہ برتا کہ اس کو ستون سے باندھ دیا اور گھر کی بہو بیٹیوں کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ برہنہ ہو کر اس کے اور مجمع کے سامنے ناچیں۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ آج کا یہ ناچ اس برہنہ ناچ کا قدرتی انتقام ہے جو حضرت مدنیؒ کی اہانت کی غرض سے میں نے کیا تھا۔ (بیس بڑے مسلمان، ص ۵۱۴)

جہاز کے ملازم کا رویہ اور آپ کا حسنِ سلوک:

حضرت فیاض احمد ہستی لکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے ایک مرتبہ جمعیۃ کے کسی پروگرام کے سلسلے میں

رنگون کا سفر فرمایا اور جب بحری جہاز سے آپ کی واپسی ہوئی تو میزبان نے حضرتؒ کے آرام کی غرض سے ایک خادم بھی ساتھ کر دیا۔ حضرتؒ کا ٹکٹ فرسٹ کلاس کا تھا اور خادم کا ٹکٹ تیسرے درجے کا۔ چونکہ حضرتؒ کے کیبن میں کوئی مسافر نہیں تھا اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ خادم بھی اسی میں رہے مگر جہاز کا ملازم جب بھی حاضر ہوتا خادم کی موجودگی پر اعتراض کرتا۔ چنانچہ حضرتؒ نے ایسا کیا کہ خود ہی زیادہ تر وقت تیسرے درجے میں گزارنے لگے۔ جب سفر ختم ہوا اور چوتھے دن جہاز ساحل پر پہنچا تو وہ راستے میں اپنے غلط رویے کے باوجود حضرتؒ کی خدمت میں بھی اپنے دستور کے مطابق انعام اور بخشش لینے پہنچ گیا۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت اس نے ہمیں راستے میں تکلیف پہنچائی ہے اس لئے اسے محروم کر دیجئے لیکن حضرتؒ نے فرمایا کہ انہیں اس کا حق دیا جائے اور یہ کہہ کر حضرتؒ نے پورے چار روپے گن کر اس کی جانب بڑھائے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ایک روپیہ موجودہ دور کے سو روپے کے مساوی ہوتا تھا اور بڑے سے بڑا انگریز افسر بھی جہاز کے ملازمین کو ایک روپیہ سے زیادہ نہیں دیتا تھا۔ ملازم نے حضرتؒ کے ہاتھ میں بجائے ایک روپے کے چار روپے دیکھے تو اس نے یہ خیال کیا کہ چونکہ اس نے راستے میں تکلیف پہنچائی ہے اس لئے شائد اس سے مذاق کیا جارہا ہے۔ حضرتؒ نے اس کے تذبذب اور ندامت کو محسوس کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے فرمایا کہ لو یہ روپے تمہارے ہی لئے ہیں۔ چنانچہ اس نے روپے لے لئے۔ یہ دیکھ کر خادم سے رہا نہ گیا اور حضرتؒ سے کہا کہ اس جہاز کے ملازم نے تو ہمیں راستے میں تکلیف پہنچائی اور آپ نے اکٹھے اسے چار روپے دے دئے جبکہ بڑے سے بڑا انگریز افسر بھی ایک روپے سے زیادہ انعام نہیں دیتا۔ یہ سن کر حضرتؒ نے فرمایا بھائی اصل بات یہ ہے یہ سمجھتا تھا کہ انعام و بخشش صاحب بہادروں (انگریزوں) سے ملتی ہے ہماری جیسی مولویانہ صورت والوں سے وہ کسی انعام کی توقع نہ رکھتا ہوگا اس لئے اس نے ہم لوگوں کے ساتھ مناسب برتاؤ کا ثبوت نہ دیا۔ ہمارا سفر تو بہرحال ختم ہو گیا لیکن یہ روپے میں نے اس لئے دئے ہیں کہ اسے یقین آجائے کہ ہمارے جیسے لوگ انگریزوں سے کہیں دے سکتے ہیں۔ اب مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ شخص ہماری جیسی صورت والے کسی اللہ کے بندے کو نہیں ستائے گا بلکہ اس کو آرام ہی پہنچانے کی کوشش کرے گا۔　　(الفرقان)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

آٹے کا بحران

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

لاہور غربی ضلع و تحصیل صوابی صوبہ سرحد کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے مہتمم جناب مولانا محمد امین دوست صاحب تشریف لائے اور آٹے کی قلت اور مہنگائی کی شکایت کی۔ بندہ کے پاس سلسلہ کے مدارس کی مد میں جو رقم تھی اس سے حسبِ توفیق مدد کی۔

بندہ ذرا غور کرنے لگا کہ ان کے ڈیڑھ سو طلباء ہیں۔ اگر آدھا کلو آٹا روزانہ فی کس لگائیں تو ۷۵ کلو روزانہ ہوئے اور ۲۲۵۰ کلو ماہوار ہوا اور سالانہ ۲۷۰۰۰ کلو یا ۴۰ کلو کے من کے حساب سے ۶۷۵ من سالانہ ہوا۔

یہ قلت ایک طرف تو حکومت کی پیدا کردہ ہے کہ امپورٹڈ وزیرِ اعظم نے ملکی کسان کی اچھی معیاری گندم کم قیمت پر تاجروں کی آمدنی اور افسروں کے کمیشن کھرے کر کے باہر بھیج دی۔ جبکہ اس سے گھٹیا گندم دوگنے پیسوں پر دوبارہ لائی جارہی ہے۔

دوسری طرف یہ قلت اور تکلیف خود ہمارے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہے۔ اور ہماری ہی اپنی سستی اور کوتاہی ہے۔ ان کاموں کو منڈی کی بڑی بڑی فرموں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ان کو Commercialize کر رہے ہیں۔ یعنی بڑے بڑے کارخانوں کے حوالے کر کے سرمایہ داری نظام کو ترقی دے رہے ہیں، کیونکہ مدرسے کا مہتمم، اساتذہ اور طلباء سارے اس فکر میں ہوتے ہیں کہ سفید استری شدہ کپڑے اور استری شدہ سفید پگڑی پہن کر آئیں جسے دن بھر نہ گرد لگے نہ اس کی کریز ٹوٹے اور یوں مدرسے میں بانکپن سے وقت گزاریں۔

ایک مہتمم صاحب نے کہا کہ کھالیں بیچ کر پیسے مجھے بھیجا کرو۔ بندۂ خدا اس طرح ڈیڑھ ہزار کی کھال پانچ سو روپے میں بکتی ہے اور تو مدرسے کا ایک ہزار کا مفاد ضائع کر رہا ہے۔ کھال خود وصول کر تو، تیرے اساتذہ اور طلباء ذرا ہاتھ گندے کریں تاکہ نفس کی گندگی دور ہو۔

یہ یوں چاہتے ہیں کہ زمیندار گندم بیچ کر ان کو پیسے بھیجیں تاکہ صاف ستھرے رہ کر تندور کی پکی پکائی روٹی کھائیں۔ موسم میں دس روپے کلو والی گندم کا آٹا اب یہ پچیس روپے میں خرید رہا ہے۔

مہتمم صاحب! موسم میں اپنی گندم خرید یا زمیندار سے کہہ کہ گندم براہ راست تجھے دے۔ اپنی چکی لگا اور مدرسے کے چندے کو ضائع نہ کر۔

اب مہتمم صاحبان کو گلہ ہے کہ مدرسے میں تربیت نہیں ہوتی۔ تربیت تو جناب تب ہوگی جب تحصیلِ علم کے ساتھ تیرا طالب علم گندم صاف کرے گا، آٹا پیسے گا، آٹا گوندھے گا، روٹی پکائے گا تو اس کے نفس میں صبر، برداشت اور تواضع پیدا ہوگی۔ بندہ نے خود رائے وِنڈ کے مدرسہ میں طارق جمیل صاحب جیسی نابغۂ روزگار (Genius) کو ایک لنگی پہنے رائے ونڈ کے عمومی لنگر میں خدمت کرتے دیکھا ہے جس کے نتیجے میں سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے تھے۔ تب جا کر یہ مقام ملا ہے۔

ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوبؔ
تب کہیں جا کے تیرے دل میں جگہ پائی ہے

مہتمم صاحب تُو چاہتا ہے کہ قوم کے چندوں پر تیرے ادارے کے پچاس پچاس فٹ مینار بنیں تا کہ مدرسے کا دبدبہ قائم ہو اور تیرا طالب علم فارغ ہونے کے بعد اسی معیار کی زندگی چاہتا ہے۔ اب تو سیاست بازی کا فن بھی سیکھ گیا ہے۔ اب کہتا ہے کہ مجھے جلدی سے ۶ہ گریڈ میں بٹھاؤ اور اب تو حکومت کے ٹھیکے اور پرمٹ دلا کر ان کا محنتانہ اور کمیشن لینا بھی سیکھ گیا ہے۔ آہ! ایک وہ وقت تھا کہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی فارغ ہونے کے بعد صرف روٹی اور کپڑا مدرسے سے لیتے تھے اور تدریس کرتے تھے۔ حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت تدریس کی تنخواہ ہی نہیں لے رہے تھے۔ ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ جب حج کے لئے ساتھ لے جانے لگے تو اس وقت ان کی ساری تنخواہ بجبر ان کو دی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جب اس طرح کے حالات ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ دین کا کام اور اصلاح کا کام غیر اہل علم سے لیتا ہے۔ جن کو علمی اصطلاحات جار، مجرور کا تو پتہ نہیں ہوتا لیکن حقائقِ علمیہ کو بصورتِ صفاتِ باطنیہ اپنے اندر پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

وہ ہستیِ مقدس ﷺ جن کی وجہ سے ساری کائنات پیدا ہوئی، مسجد نبوی کی تعمیر میں ایسے کام کر رہے

تھے کہ جلد مبارک گرد سے اٹی ہوئی تھی نظر نہیں آ رہی تھی اور آپ مٹی گارے کا کام کر رہے تھے۔

ے شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمو

فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

ایک گلہ بندہ کو اپنے مریدوں کی بیویوں سے ہے۔ اچھے اچھے زمیندار گھرانوں کے پروفیسر صاحبان گذشتہ ایک حکومت کے دوران ہاتھ میں رومال لئے آٹے کے لئے پھر رہے تھے اور بندہ فقیر کے پاس سوال کے لئے آ رہے تھے۔ کیونکہ ان کی بیویاں گھر میں گندم رکھنا، صاف کرنا اور روٹی پکانا اس مشقت کو پسند ہی نہیں کرتیں اور اس عظیم ثواب سے محروم ہیں۔ بندہ اپنی بڑی اہلیہ کے لئے دست بدعا ہے کہ یہ سارے کام اپنے ہاتھوں سے کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ولایت کا دروازہ کھولے اور ان سب عورتوں کے لئے بھی کھولے جو اس طرز کو اختیار کریں۔ آمین!

حدیث مبارکہ

جس گھر میں ننگے سر عورت ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (معارف القرآن: جلد ۲، صفحہ ۵۴۴)

حضور ﷺ نے غارِ حرا میں وحی کا فرشتہ دیکھا اس کا تذکرہ اپنی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے کیا۔ انہوں نے عرض کیا پھر جب یہ آپ کو نظر آئے تو مجھے بتائیں۔ ایک دفعہ جب وہ فرشتہ نظر آیا تو آپ ؐ نے بتایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے سر ننگا کر دیا اور عرض کیا، کیا اب آپ ؐ کو نظر آ رہا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے اپنا سر ڈھانپ لیا پھر عرض کیا اب نظر آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ وہ کہنے لگیں یہ یقیناً رحمت کا فرشتہ ہے کیونکہ رحمت کے فرشتے ننگی سر والی عورت کو دیکھ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ (بحوالہ سیرتِ مصطفی ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۳ سے آگے) انگریز سے میرا دو تین ہزار کا مطالبہ تھا اور وہ بھی مختصر وقت کے لئے۔ لیکن گُر سکھا کر اس نے مجھے ہمیشہ کے لئے کمائی کا ذریعہ دے دیا۔ اس طرح سے وہ سزا جو دیانت داری کے بدلے ہمارے افسر صاحب نے مجھے دی تھی میرے لئے رحمت (Blessing in disguise) ثابت ہوئی۔

ع خدا شرے برانگیزد کہ خیرِ ما در آں باشد

ترجمہ: اللہ ایسے شر کو وجود دیتا ہے جس میں ہماری خیر ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

سوچئے!

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

اگر والدین، مشائخ و اساتذہ کی باتوں پر بندہ کو غصہ محسوس ہو تو مندرجہ ذیل طریقہ سے اپنی اصلاحِ نفس کے لئے غور کرنا ہوگا۔ اگر وہ بات غلط تھی یا بے جا تھی یا غیر ضروری سختی تھی تو یہ غصہ محسوس ہونا طبعی ہے۔ لیکن فوراً یہ خیال اور مراقبہ ہونا چاہئے کہ وہ میرے بڑے ہیں، ان کی اصلاح میرے ذمے نہیں ہے بلکہ میری اصلاح اُن کے ذمے ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ بہر حال مجھے ہی صبر کرنا چاہئے ان کو جس وقت اپنی خطا کا احساس ہوگا درست کرلیں گے۔ بجائے ان باتوں کے ان کے سامنے غصہ کی رو میں بھڑک اُٹھا تو اپنی خیر منائے۔ لیکن اگر ان کی صحیح بات پر غصہ آگیا تو باطن میں کبر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے یا آدمی احمق و بے وقوف ہے یا اس کو دماغی بیماری (Mania) ہے۔ دماغی بیماری کا تو فوری علاج ماہرِ امراضِ دماغی سے کرانا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ یہ آدمی خود بھی خطرے میں ہوتا ہے اور اس سے دوسرے لوگ بھی خطرہ میں ہوتے ہیں۔ حماقت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ فضل فرمادے اور اس کو اپنے احمق ہونے کا احساس ہو جائے اور اہم کام دوسروں سے پوچھ کر کرنا شروع کردے تو اس کا بچاؤ ہے۔ لیکن حماقت کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ احمق اپنے آپ کو سب سے زیادہ عاقل سمجھتا ہے۔ کبر کا رذیلہ ہے تو اس کی اصلاح کے لئے بار بار اپنے گھٹیا پن کا دھیان کرنا اور دوسروں کے اپنے سے افضل ہونے کا دھیان کرنا، اپنے نفس کے جذبات اور خیالات کی بار بار مخالفت کرنا۔ ایک عرصہ دراز تک یہ مشق کرتے رہنا آہستہ آہستہ نفس میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ اگر مکمل دینی زندگی اختیار کرنے کے بعد پھر توحید و رسالت اور آخرت کے بارے میں مخالفانہ خیالات اور وساوس آرہے ہوں تو بندہ کے محدود تجربہ کے مطابق اس آدمی کی ذہنی بیماری Mania کی تشخیص تقریباً حتمی (Confirmed) ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق ذہنی بیماری خیال سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج بھی یہی سوچ اور مراقبہ ہے کہ یہ خیالات غلط ہیں۔ ان کے مقابلے میں صحیح خیالات ذہین میں جمائے جب آدمی توحید و رسالت اور آخرت کے یقین کو نیت کر کے اختیار کئے ہوئے ہو اور اس کے عملی ثبوت کے طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو پھر وساوس اور خیالات سے قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے پورا اجر و ثواب مل رہا ہے۔

میرے سفر

(ڈاکٹر ارشاد صاحب، شعبۂ سول انجینئرنگ، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

مجھے پی ایچ ڈی کے سلسلے میں کینیڈا کا سفر درپیش آیا۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب (جن کے ساتھ میرا بیعت کا تعلق ہے) نے سفر کے اہم واقعات کو قلم بند کرنے کا حکم فرمایا۔ محترم جناب ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتھم کی ہدایات کے مطابق کینیڈا کے قیام کے دوران پیش ہونیوالے دو واقعات قلمبند کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا واقعہ ایک امریکن عورت کے اسلام قبول کرنے کا ہے۔ جنوری 2006 میں کینیڈا PhD Research کے سلسلے میں University of Western Onario(UWO) گیا تھا۔ ان دنوں UWO کی MSA (Muslim Student Association) نے ایک امریکی خاتون جو 1977 میں اسلام قبول کر چکی تھیں کو UWO میں طلباء سے خطاب کرنے کی دعوت دی تھی۔ اس خاتون کا نام آمنہ اسلیمی تھا۔ انھوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنایا۔ میں ان کے لیکچر کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ وہ 1970s کی یادیں دھراتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں Southern Baptist تھی جو عیسائیت کے ایک بڑے فرقہ Protestant کی ایک شاخ ہے۔ میں اپنے دین پر خوش تھی۔ میں شادی شدہ تھی اور کاروبار Family Buisness چلاتی تھی۔ دو بچے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ان دنوں میں میرا Scholarship ہوا اور میں کالج پھر سے جانے لگی۔ اور Buisness administration میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی میں پہلے دن جب میں کلاس میں گئی تو دیکھا کہ کلاس میں کچھ عرب ہیں۔ ان کو دیکھ کر میری طبیعت پر بوجھ پڑا اور میں کمرے سے فوراً باہر نکل گئی۔ اور اپنے آپ سے کہا کہ میں ان شتربانوں کے ساتھ نہیں بیٹھونگی۔ یہ گندے، بھوکے، خطرناک اور بیمار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے کم از کم بیماری ضرور ہو جاتی ہے۔ میں گھر واپس آئی۔ اور اپنے خاوند جو ایک Electrical Engineer تھا ان کو واقع سنایا اور میں نے کہا کہ میں یہ کلاس چھوڑنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت سمجھایا کہ اگر یہ کلاس چھوڑ دو گی تو تمھارا G P A (امتحانی معیار) خراب ہو جائے گا اور تمھارا Scholarship منسوخ ہو جائیگا۔ مگر میں نہ مانی۔ آخر میں انہوں نے مجھے کہا کہ Jesus has a reason for everything (مسیح علیہ السلام ہر چیز کی وجہ بتاتے تھے) تو میں اپنے خلوتخانے میں گئی اور دو دنوں تک دعا کرتی رہی۔ آخر میں نے ٹھان لی کہ میں کلاس جاؤں گی اور ان عربوں کو عسائیت میں لا کر جہنم کہ آگ سے بچاؤں گئی۔ میں نے کلاس میں ان کے نزدیک بیٹھنا شروع کیا اور ان کو عیسائیت کی دعوت دیا کرتی۔ وہ میری باتوں کو

سنتے مگر متاثر نہ ہوتے۔ میں نے ٹھان لی کہ میں انکی مذہبی کتاب (قرآن) کا مطالعہ کرونگی۔ اور ان پر یہ ثابت کرونگی کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے اور محمد ﷺ نعوذ باللہ جھوٹے خدا ہیں۔ میں دو سالوں تک قرآن کا تفصیلاً مطالعہ کرتی رہی۔ اور غیر محسوس طریقے سے بدلتی رہی۔ میں اکثر خاموش رہتی اور خاوند کے ساتھ چھٹی کے دن Party پر بھی جانا بند کر دیا۔ ہماری آپس میں ہر وقت arguments ہوتیں۔ میرے شوہر کو شک تھا کہ میرا کوئی Boyfriend (مرد دوست) ہے جس کی وجہ سے میر رویہ ایسا ہو گیا ہے۔ اس لیے میں کچھ مدت کیلئے الگ گھر میں اپنے دو بچوں کہ ساتھ رہنے لگی۔ ایک دن دروازے پہ دستک ہوئی۔ دروازے پہ جا کر دیکھا تو تین عرب ہیں جنھوں نے پاجامے پہنے ہوئے ہیں اور ان کے سروں پر table cloth ہے۔ ان کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا کہ انہوں نے یہ کپڑے پہن کر میری بے عزتی کی ہے۔ انکے امیر نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے مسلمان ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے بہر حال میرے کچھ سوالات ضرور ہیں۔ میں نے انکو گھر میں بٹھایا اور اپنا قرآن ہاتھ میں پکڑا جس کا size کافی بڑا ہو گیا تھا کیونکہ میں نے اسکے مختلف مقامات پہ paper pins، highlights, paper pieces لگا رکھے تھے۔ میں نے انکے امیر سے مختلف سوالات پوچھنے شروع کیے۔ انہوں نے سارے سوالات کے تسلی بخش جوابات دئے۔ وہ عرب اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک تحفہ تھے۔ کیونکہ ان کے پاس نہ صرف علم بہت زیادہ تھا بلکہ بہت صبر بھی تھا۔ وہ مجھ سے دلبر داشتہ نہیں ہوئے چاہے میں نے جو بھی پوچھا اور نہ ہی اس نے مجھے ٹوکا۔ وہ مجھے آخر تک بغور سنتا اور آخر میں مسکرا کر آیت مبارکہ کو اپنے context میں مجھے Explain کرتا۔ اس دن قرآن مجھے پہ ایسا کھلا جیسے گلاب کے پھول کی کلیاں میرے سامنے کھل رہی ہیں۔ اسی دن میں نے کلمہ شہادت پڑا۔ مگر اسلام میرے دل میں بہت پہلے سے داخل ہو چکا تھا۔ قرآن میں ہر چیز نے مجھے convince کیا۔ میں اپنے ساتھ جھگڑتی تھی کہ میں کیسے مسلمان ہو سکتی ہوں میں American ہوں میں white ہوں۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہا اگر میں اسلام لے آئی تو میرے خاندان والوں اور دوستوں کا کیا ردعمل ہو گا۔ مگر قرآن میں ناقابلِ تردید حقائق تھیں۔ میں Women Libration Movement کی ایک سرگرم رکن تھی۔ میں نے قرآن میں عورتوں کے جو حقوق پائے یہ وہ تھے جس کے لئے ہم تگ و دو کر رہے تھے۔ قرآن میں عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں ہماری Women Libration Movement کی رہنمائی کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔ میں نے فلسفیوں کو پڑھا ہے۔ Educators کو پڑھا ہے۔ Psychologist اور Sociologist کو پڑھا ہے۔ مگر قرآن میں جو پایا وہ کہیں بھی نہ پایا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اس کا writer ہو۔ میں نے اسلام قبول کیا اور میرے گھر والوں کو اسکا پتہ چلا۔ میرے

خاوند کو یہ یقین تھا کہ میرا کوئی boyfriend ہے کیونکہ انکے مطابق کوئی اپنا دین کسی اور وجہ سے نہیں چھوڑتا سوائے اپنے boyfriend کے لئے ۔ہمارا طلاق کا کیس عدالت کو گیا۔ جج کے مطابق میرا unorthodox religion بچوں کی پرورش کیلئے نقصان دہ ہوگا اسلیے جج نے مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تا کہ میں یہ فیصلہ کر سکوں کہ یا تو اسلام چھوڑ دوں اور اپنے بچوں کو لے لوں اور یا اسلام کو لے لوں اور اپنے پچوں کو چھوڑ دوں۔میں اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی۔ ہمارا آپس میں بہت انس تھا۔میرے بچے بہت ہی اچھے اور بہت ہی پیارے تھے (special and preciouse) تھے۔اور ابھی مجھے جج کہہ رہا ہے کہ اس unorthodox religion (اسلام) کی وجہ سے بچے چھوڑ دو۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں جھوٹ کہوں کہ میں نے اسلام چھوڑ دیا ہے تو مجھے کبھی بھی یہ موقع نہیں ملے گا کہ اپنے پچوں کو اسلام کے بارے میں بتاؤں۔اور اگر میں نے بچوں کو کہا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو میں اپنے بچوں کو جھوٹ سکھاؤنگی۔ کافی دیر دعا کے بعد میں نے جج سے کہا کہ میں اپنے بچوں کو اللہ کے حوالے کرتی ہوں۔ جج نے کہا تمہارا مطلب ہے کہ تم اپنے بچوں کو چھوڑنا چاہتی ہو۔ میں نے کہا نہیں میں اپنے بچوں کو اللہ کہ ہاتھوں میں چھوڑتی ہوں اور اللہ ان کی حفاظت کرے گا اور وہ مجھے اپنے بچے واپس دے دے گا۔تیس سال کے بعد اب بھی جب میں اس واقعہ کو یاد کرتی ہوں تو دل میں درد محسوس ہوتا ہے۔

میری امی کو یقین نہیں تھا کو میں اسلام لانے میں سنجیدہ ہوں وہ یہی کہتی تھی کہ یہ میری ایک عارضی حالت ہے اور بہت جلد میں اس سے نکل جاؤنگی۔ میرے ابو بہت پرسکون آدمی تھے۔لوگ ان کے پاس سخت وقت میں حوصلہ افزائی اور مشورہ کے لیے آتے تھے۔ میرے والد صاحب نے میرے ایمان لانے پر بندوق اٹھائی۔اور مجھے قتل کرنا چاہا۔انکا خیال تھا کہ قبل اسکے کے میں جہنم کے آخری درجے میں پہنچوں وہ مجھے قتل کر دیں۔میری بہن جو ذہنی امراض کی ماہر تھی نے مجھے پاگلوں کے ہسپتال میں داخل کروانے کی کوشش کی۔ میں Broad Caster تھی ۔اسلام لانے کے بعد میں نے سکارف اوڑھنا شروع کیا تو میرے Employer نے مجھے کہا کہ یا تو یہ سکارف جائے گا اور یا تمھاری نوکری جائے گئی۔اسلئے مجھے نوکری سے نکال دیا گیا۔اور میرے دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا کیونکہ میں انکے ساتھ party پہ نہیں جاتی تھی اور انکے لیے میں مزید Fun نہ رہی۔بس میں بالکل الگ تھلگ رہ گئی۔

میں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کو اپنی زندگی میں لے آئی۔انہوں نے کہا کہ

"I am so very glad that I am a Muslim. Islam is my life. Islam is the beat of my heart. Islam is the blood that courses through my veins. Islam is my strength. Islam is my life so wonderful

and beautiful. Without Islam I am nothing,and should Allah ever turn His magnificent face from me, I could not survive."

ترجمہ: میں بہت ہی خوش ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔اسلام میری زندگی ہے۔اسلام میرے دل کی دھڑکن ہے۔اسلام وہ خون ہے جو میری رگوں میں دوڑتا ہے۔اسلام میری قوت ہے۔اسلام میری زندگی ہے ہے اتنا حیرت انگیز اتنا خوبصورت۔اسلام کے بغیر میں کچھ نہیں ہوں۔خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لے تو میں باقی بھی نہیں رہ سکتی۔

میری نانی جان مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں انکی عمر سو سال سے اوپر تھی۔ ہمارے خاندان میں وہ پہلی عورت تھی جس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کچھ ہی دنوں بعد وفات پا گئیں۔ میں اپنی امی کی پہلے سے زیادہ عزت کرنے لگی۔اور انکی بات پہلے سے زیادہ غور سے سننے لگی۔میری امی کو ایک بہت مہربان، بڑی سخی، بہت پیار کرنے والی،اور بڑی اچھی بیٹی ملی۔میرے اسلام لانے کے چند سالوں بعد میری امی نے مجھے فون کیا اور مجھ سے پوچھا کہ

"What you have to do to become a muslim"

ترجمہ:مسلمان بننے کے لئے آپ کو کیا کرنا ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کو صرف یہ کہنا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔امی نے غصے میں کہا کہ Every fool knows this but What you have to do (ہر احمق اس بات کو جانتا ہے یہ بتاؤ کہ کرنا کیا ہوتا ہے۔) تو میں نے کہا کہ اگر آپ اس پر ایمان رکھتی ہیں تو آپ پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ پھر امی نے کہا کہ اپنے ابو کو میرے اسلام کی اطلاع نہ کرنا۔امی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کچھ دنوں پہلے اسی قسم کہ گفتگو ابو نے مجھ سے کی ہے اور وہ بھی مسلمان ہیں۔مضحکہ خیز چیزیں ہمارے گھر میں ہو رہی تھیں کہ کئی سالوں سے میرے والدین مسلمان ہو کر رہ رہے تھے مگر ایک دوسرے کو پتہ نہیں تھا۔میرا بیٹا جب 21 سال کا ہوا تو مجھے فون کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔میرا خاوند 16 سال کے بعد آیا اور مجھ سے معافی مانگی۔اور اسلام قبول کیا۔اسنے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کے لئے وہی دین پسند کیا ہے جس پر تم ہو۔

یوں آمینہ اسیلمی اسلام قبول کر کے اور انکے کہنے کے مطابق "I lived Islam" یعنی اسلام اپنی زندگی میں لاکر اپنے گرد و پیش کے ماحول پر اثر انداز ہوئیں۔اور اسلام کی سفیر کے طور پر کام کیا۔انکی نوکری تو جاتی رہی مگر اب وہ International Union of Muslim Women کی صدر ہیں۔انہوں نے مسلمانوں

کے حقوق کیلئے کافی کام کیا ہے اور کر رہی ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ انکا کینسر ہے اور چند مہینے زندہ رہ سکیں گی اور وہ بال بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہیں گی۔ اللہ کی شان کے اس حالت میں اللہ نے ان سے حج کروایا کہ انکے مرنے سے پہلے ایک ہی خواہش تھی کہ حج کرلوں۔ اور اللہ نے صحت یابی بخشی۔ دوسری شادی سے اللہ نے بیٹا دیا۔ اور وہ مسلسل اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

دوسرا واقعہ: پچھلے سال جون 2007 میں میں کینیڈا گیا اور ساتھ میں ایک دوست بھی تھا۔ جس apartment میں ہم رہ رہے تھے۔ اسکے دوسرے کمرے میں ایک افغانی لڑکا بھی تھا جو کچی گھڑی سے بہت کم عمری میں آیا تھا۔ یہاں آکر اسکا کوئی سرپرست نہیں تھا اور یہاں کے کالوں کے ساتھ رہ چکا تھا۔ ہم نے آتے ہی نماز باجماعت اذان کے ساتھ شروع کی۔ اور یہ لڑکا کبھی کبھی ہمارے ساتھ نماز ادا کرتا اور ہمارا کچھ خیال کرتا۔ اسکا ایک کینیڈین سفید لڑکی کے ساتھ تعلق تھا جو ہمارے گھر آتی اور اسکے ساتھ کمرے میں ہوتی۔ میں انکی اس حرکت کو اچھا نہ سمجھتا اور اکثر گھر میں اسکے خلاف احتجاج کرتا۔ لڑکی سے بالکل بات نہ کرتا اور نہ ہی اسکے "Hi" کا جواب دیتا۔ اور اس سب کا مقصد یہ تھا کہ میں انکو یہ احساس دلاؤں کہ میں انکی اس حرکت کو پسند نہیں کرتا۔ کافی دن اس حالت میں گزر گئے۔ ایک دن اس لڑکے نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی مجھ سے اکثر اسلام کے بارے میں سوالات کرتی ہے۔ اور مجھے اسکا جواب نہیں آتا۔ اسنے کہا کہ اس لڑکی نے پچھلے سال ہمارے ساتھ رمضان کے کچھ روزے رکھے۔ اور آنے والے روزوں کے انتظار میں ہے۔ میں نے کہا کہ اس لڑکی کو میرے ساتھ ملا سکتے ہو۔ اس لڑکی سے میں نے پہلے یہ پوچھا کہ تم اسلام کے بارے میں کیوں دلچسپی لیتی ہو۔ اسنے کہا کہ پچھلے سال رمضان میں روزے رکھے تھے جس کی وجہ سے دل امیں ایک نور کو محسوس کیا تھا۔ اس لڑکی کا تعلق Jehovah Witness سے تھا جو کہ عسائیت مذہب کا ایک فرقہ ہے۔ جس کے عقیدے کے مطابق عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسولؑ ہیں۔ اس لڑکی کو گھر والوں نے گھر سے نکال دیا تھا کیونکہ اسنے روزے رکھے تھے اور مسلمان لڑکوں کے ساتھ پھرتی تھی۔ اور Jehovah Witness کی تعلیمات کے مطابق جو بھی Jehovah Witness کی تعلیمات کو چھوڑے گا اس کے ساتھ قطع تعلق کرنا ہوگا۔ اور اب وہ ایک پاکستانی family کہ ساتھ ایک paying guest کے طور پر رہ رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد میرا کچھ تعلق اس لڑکی سے قائم ہوگیا۔ اور اس لڑکی نے قرآن پاک کا ترجمہ شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے مختلف سوالات کرتی۔ اور میں اپنی معلومات کے مطابق جوابات دیتا۔ ایک دن میں نے انٹرنیٹ پر اسے ایک لڑکی کی convert story سننے کو کہا وہ سنتی رہی اور اسکے آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ بہرحال مجھے انکے ناجائز تعلق کے بارے میں بہت فکر تھی کیونکہ یہ لڑکی کی ہدایت میں رکاوٹ تھی خاص کر رمضان کے مہینے میں جو جلد آنے والا

تھا۔اس لئے میں نے ان سے بات کی کہ اگر وہ شادی کریں تو بہت بڑے گناہ سے بچ جائیں گے۔وہ بخوشی راضی ہوئے تو میں نے کہا کہ کل تم لوگوں کی شادی کراؤنگا۔اگلے دن لڑکی اپنے وقت پر ہمارے گھر آئی۔اس نے نئے کپڑے اسی دن خریدے ہوئے تھے۔اور کہہ رہی تھی کہ کل رات دیر تک مجھے خوشی کی وجہ سے نیند نہ آئی تھی۔اسے پاکستانی family نے دلہن بنایا ہوا تھا۔میں نے دونوں کا نکاح پڑھوایا اور دو دوست بطور گواہ اور بھی موجود تھے۔میں نے 500 کینیڈین ڈالر مہر رکھا۔اور آخر میں خوب دعا کی۔کچھ دنوں بعد اس لڑکی نے مجھے کہا کہ دعا کے دوران میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے تھے۔رمضان آیا تو اس لڑکی نے تمام روزے رکھے۔پاکستان آنے کے بعد ایک دن اس سے فون پر بات ہوئی تو اس نے کہا کہ آجکل میں Rights of women in islam کے بارے میں مطالعہ کر رہی ہوں۔اللہ تعالی اسکو استقامت دے اور ہماری نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ

بَیۡتِ الۡعِظَّام .

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡرَ حۡمٰنِ الۡرَ حِیۡمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ oثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَکِیۡنٍ oثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن oرَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡن oرَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن oرَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرًا ط اِلٰہِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَہۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام .